حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالاتِ زندگی پر خوبصورت کتاب

سیرت سیدنا حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

تالیف،
محمد حسیب القادری

ناشر
اکبر بُک سیلرز لاہور

حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی حالاتِ زندگی پر خوبصورت کتاب

محمد حسیب القادری

ناشر

لاہور
Ph 042-7352022
Mob 0300-4477371

نام کتاب: حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ
مصنف: محمد حسیب القادری
پبلشرز: اکبر بک سیلرز
تعداد: 600
قیمت: -/120 روپے

ملنے کے پتہ

اکبر بک سیلرز زبیدہ سنٹر 40 اُردو بازار لاہور

انتساب

عاشقِ رسول

حضرت غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ کے نام

جس کا امین ازل سے ہوا سینہ بلالؓ
محکوم اس صدا کے ہیں شہنشاہ و فقیر
اقباؔل کس عشق کا یہ فیض عام ہے
رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

فہرست

اذاں ازل سے تیرے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا اِک بہانہ بنی

حرفِ آغاز

صحابہ کرام وہ جماعت ہے جس نے اللہ عزوجل کے فرمان اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو سنا اور اُس پر عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنی جانوں کی بھی پرواہ نہ کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت سے فیض یاب ہوئے اور ارشاداتِ نبوی سے اپنے دلوں کو منور کیا۔ صحابہ کرام کی شان کے بارے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشکوٰۃ شریف میں فرمانِ عالیشان ہے!

''میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں اور تم ان میں سے جس کی بھی پیروی کرو گے فلاح پاؤ گے۔''

صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کا مرتکب شخص اللہ اور اُس کے رسول کا بھی گستاخ ہے اور ایسے شخص پر اللہ اور اُس کے رسول نے لعنت فرمائی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

''جو شخص میرے صحابہ کو بُرا کہتا ہے اُس پر اُس کی اس حرکت کی وجہ سے اللہ کی لعنت ہو۔''

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی شان میں گستاخی کرنے والے لوگ انتہائی بُرے اور بدنصیب ہیں کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ

''جس شخص نے مجھے دیکھا یا جس شخص کو میں نے دیکھا اُس پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔''

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اسلام لانے والے ابتدائی لوگوں میں سے ہیں۔ آپ

ابتداء میں اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جب آپ نے اسلام قبول کیا تو اُمیہ بن خلف نے آپ پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھا دیئے۔ آپ اُس کے ظلم کو برداشت کرتے رہے مگر دین اسلام کو نہ چھوڑا۔ بالآخر حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اُمیہ بن خلف سے خرید کر آزاد کیا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے قبولِ اسلام کے بعد اسلام کی بے پناہ خدمت کی۔ آپ کو سب سے پہلے مؤذن کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ نسلاً حبشی تھے اور حبشہ کے رہنے والے تھے۔ آپ نے ۶۳ برس کی عمر میں اس جہانِ فانی سے کوچ فرمایا۔ آپ کا مزار دمشق میں موجود ہے اور مرجع گاہ خلائق خاص وعام ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''سیرتِ پاک حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ'' کی تالیف کا مقصد یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس جانثار صحابی کی سیرت کے پہلوؤں کو اُجاگر کیا جائے اور ان کے حالات وواقعات سے قارئین کو آگاہ کیا جائے تاکہ ہم لوگ جو کہ آج کے اس مادیت پرست دور میں اپنے اسلاف کے اقوال وافعال کو بھول چکے ہیں اُن کی سیرت کے مطالعہ سے اپنے دلوں کو منور کر کے اُن کے اقوال وافعال پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں۔

محمد حسیب القادری

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان

اللہ عزوجل نے کائنات میں سب سے پہلے بلاواسطہ اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا فرمایا۔ اس کے بعد اللہ عزوجل نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ہی خلق عالم کا وسیلہ ٹھہرایا۔ عالم ارواح میں ہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو نبوت کے وصف سے سرفراز فرمایا۔ ترمذی شریف میں مرقوم ہے کہ ایک روز صحابہ کرام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کی نبوت کب ثابت ہوئی؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم (علیہ السلام) کی روح کا جسم سے تعلق بھی نہ جڑا تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام اور دیگر ارواح سے عہد لیا کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار کریں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے!

> ''اور جب لیا اللہ نے پیغمبروں سے عہد کہ جو کچھ میں نے تم کو کتاب وحکمت سے دیا' پھر آیا تمہارے پاس رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سچا کرنے والا اُس چیز کو جو تمہارے ساتھ ہے' البتہ تم ایمان لاؤ گے اُس پر اور البتہ مدد کرو گے اُس کی' کہا خدا نے' کیا اقرار کیا تم نے اور لیا اُس پر عہد میرا' کہا انہوں نے اقرار کیا ہم نے' فرمایا اللہ نے تم گواہ رہو اور میں تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔''

(سورۂ آل عمران)

اسی عہد کے سبب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے تمام انبیاء کرام نے اپنی امتوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور اُن کی رسالت کی بشارت دی اور اُن کی اتباع اور امداد کرنے

کی تاکید فرمائی۔ حضور نبی کریم ﷺ کا نور تمام انبیاء کے نور سے افضل ہے۔ حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب اللہ عزوجل نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیدا کرنا چاہا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ سفید مٹی لائیں۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام دیگر فرشتوں کے ساتھ گئے اور جنت میں سے سفید مٹی لائے پھر اس سفید مٹی کو جنت کے چشمہ تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا یہاں تک کہ سفید موتی کی مانند ہوگئی۔ اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ کو لے کر عرش و کرسی کے گرد اور آسمانوں اور زمینوں کے درمیان پھرے یہاں تک کہ تمام فرشتوں نے آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے نور کو پاک و صاف رکھنے کی غرض سے اللہ عزوجل نے آپ کے آباؤ اجداد کو شرک و کفر کی برائیوں سے پاک رکھا۔ یہ آپ کے نور کی برکت تھی کہ آپ کے آباؤ اجداد مرجع گاہ خلائق خاص و عام ہوئے۔ یہ آپ کے نور کی ہی برکت تھی کہ حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی۔ یہ آپ کے نور ہی کی برکت تھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان میں ڈوبنے سے بچ گئی۔ یہ آپ ہی کے نور کی برکت تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ یہ آپ ہی کے نور کی برکت تھی کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھری ذبح نہ کرسکی۔ یہ آپ ہی کے نور کی برکت تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر لٹکنے سے بچ گئے اور زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ آپ کے نور کے طفیل ہی تمام انبیاء پر اللہ عزوجل نے اپنے خصوصی انعام و اکرام کی بارش فرمائی۔

اللہ عزوجل کے حضور ہماری یہ دعا ہے کہ وہ ہمیں بھی حضور نبی کریم ﷺ کے نور کے صدقہ میں اپنی رحمتوں سے مالا مال فرمائے اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما کر ہمیں حضور نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے فرمودات کی روشنی میں اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۞۞۞

صراطِ مستقیم کیا ہے؟

دین حق یعنی دین اسلام ہی صراطِ مستقیم ہے۔ یہ سیدھا اور سچا راستہ ہے جس پر چلنے کی ہر مسلمان پانچوں وقت نماز میں دعا کرتا ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ یہ سیدھا راستہ ہی صراطِ مستقیم ہے۔ صراطِ مستقیم انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا راستہ ہے۔ یہ وہ راستہ ہے جس پر چل کر اللہ عزوجل کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ صراطِ مستقیم پر ہی چل کر سالک اپنے معبودِ حقیقی کو پہچانتا ہے اور قربِ الٰہی اور وصل الٰہی حاصل کرتا ہے۔ اگر اس راستے سے بھٹک جائے تو ہمیشہ کے لئے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بناتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صراطِ مستقیم پر چلنے کی تعیم دی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں صراطِ مستقیم کے بارے میں سمجھانے کے لئے ایک سیدھی لائن لگائی اور فرمایا کہ یہ سیدھا اللہ عزوجل کا راستہ ہے۔ اس کے بعد اُس لائن کے دائیں بائیں لائنیں لگائیں اور فرمایا کہ یہ وہ راستے ہیں جو شیطان کی طرف جاتے ہیں تاکہ راہِ حق سے بھٹکا سکیں۔ نیز فرمایا کہ سیدھا راستہ اللہ کا راستہ ہے اسی کی اتباع کرو تم فلاح پا جاؤ گے۔

آج کے اس دور میں دین اسلام کے نام نہاد دعویدار اپنے اپنے طریقوں کو صراطِ مستقیم بتاتے ہیں جس سے سادہ لوح مسلمان بے وقوف بن جاتا ہے۔ ایک عام مسلمان کے لئے یہ بہت ہی مشکل ہے کہ وہ کون سا سیدھا راستہ اختیار کرے؟ اس شخص کی مثال اُس مسافر کی طرح ہے جو کہ اپنے سفر کے راستے سے ہی واقف نہیں اور پھر بھی منزل مقصود پر پہنچنا چاہتا ہے۔ ایسی صورت میں سالک کو چاہئے کہ وہ اُس راستے پر چلے جو کہ حضور نبی

کریم ﷺ کے بتائے ہوئے فرمودات اور قرآن مجید میں موجود اللہ عزوجل کے احکامات اور صدیقین، شہداء اور صالحین کی سیرتِ مبارکہ میں موجود ہے۔ سالک اُس داعی کی آواز پر لبیک کہے جو کہ خدا رسیدہ ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ میری اُمت تہتر فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی ان مین سوائے ایک سبھی دوزخی ہیں۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! وہ جنتی فرقہ کون سا ہوگا؟ آپ نے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ عمل کرتے ہیں اس راہ پر چلنے والا فرقہ جنتی ہوگا۔

حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کریں، نبی کریم ﷺ کی نبوت کا اقرار کریں، قبلہ رو ہو کر نماز پڑھیں، حضور نبی کریم ﷺ کی سنت اور قرآن مجید کی آیات پر عمل کریں وہ لوگ کامیاب ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ایمان کی حفاظت کرنے کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ تم فتنہ پھیلانے والوں سے دور رہو اور اُن کو بھی اپنے نزدیک نہ آنے دو تا کہ وہ تمہیں گمراہ نہ کر سکیں اور تمہیں کسی فتنہ میں مبتلا نہ کر سکیں۔

وہ راستہ جس پر چل کر لوگ اللہ عزوجل کو پہچانتے ہیں وہ راستہ اہل سنت و الجماعت کا ہے۔ تاریخ کے اوراق اِس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے راستے پر چلنے والے لوگ ہی غوث، قطب، ابدال اور دیگر بلند مراتب پر فائز ہوئے۔ لہٰذا طالب حق کو چاہئے کہ وہ ان نیک ہستیوں کی سیرتِ پاک کا مطالعہ کرے اور اُس راستے پر چلنے کی کوشش کرے جس راستے پر چل کر یہ لوگ کامیاب ہوئے اور اللہ رب العزت کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہوئے۔

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت

محبت' عشق' اُلفت' عقیدت یہ سب دلی کیفیات ہیں جو انسانی زندگی کے گرد گھومتی رہی ہیں۔ دل اگر کسی کی جانب راغب ہوتا ہے تو پھر اُس کی ہر شے پیاری لگتی ہے' اُس کے ہر قول و فعل کو اپنانے کی خواہش ہوتی ہے' ہمہ وقت یہ خواہش ہوتی ہے کہ میرا محبوب اس وقت کیا چاہتا ہے' اُس کی مرضی کیا ہے' محبوب جس سمت اشارہ کرتا ہے اُس سمت چلتا ہے۔ اگر یہ محبت اللہ عزوجل سے ہو تو بندہ واصل باللہ ہوتا ہے۔ اگر یہ محبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو اللہ عزوجل اور اُس کے محبوب دونوں کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ تم میں سے کوئی اُس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ مجھے اپنے ماں' باپ' اولاد اور مال سے زیادہ محبوب نہ بنالے۔

مومن کی شان یہ ہے کہ ماں باپ ہوں یا اولاد' رشتہ دار ہوں یا دوست احباب' مال و دولت ہو یا اپنی جان ہر شے کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں نہایت کمتر جانتا ہے۔ خوشنودیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر شے پر مقدم رکھتا ہے۔

بخاری شریف میں حضرت ربیع بن کعب اسلمیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رات بسر کی' میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی لایا اور ضرورت کی چیزیں پیش کیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے ربیعہ (رضی اللہ عنہ)! مانگ تو کیا مانگتا ہے؟ میں نے عرض کی کہ مجھے جنت میں آپ کی رفاقت چاہئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور کچھ؟ میں نے کہا نہیں مجھے بس یہی چاہئے۔ آپ نے فرمایا پس تو میری اعانت کر اور مجھ سے محبت رکھ اور کثرت سے رکوع و سجود کر۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے مفہوم میں یہ بات واضح ہے کہ اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر چیز کا اختیار دیا ہے کہ وہ جو چاہیں اور جسے چاہیں عطا کر سکتے ہیں اور اس حدیث سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام خزانوں پر قدرت دی ہے اور ہر شے آپ کے ارادہ کے ماتحت کر دی ہے کہ جس طرح چاہیں تصرف فرمائیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر مشروط محبت ہر مسلمان کی ایمان کی بنیاد ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی بدبخت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوتا ہے تو وہ اللہ عزوجل کی نظروں میں ذلیل وخوار ہو جاتا ہے۔ شانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں گستاخی اور بے ادبی کرنے والا خواہ باپ ہو ماں ہو استاد ہو پیر ہو اولاد ہو یا کوئی عالم فاضل ہی کیوں نہ ہو قلب مومن میں اُس کے لئے کسی بھی قسم کی کوئی رعایت نہیں ہونی چاہئے۔ والدین کا ادب، استاد کا احترام حتیٰ کہ ہر وہ شخص جو قابلِ عزت وتوقیر ہے اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ دین اسلام سے باغی ہے اور وہ گستاخِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لئے اُس کی قسم کی بھی عزت کرنا یا کسی بھی قسم کی رعایت دینا جائز نہیں۔

کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا تو نے ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

دنیا میں مسافر کی طرح رہو

اللہ عزوجل نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اشرف المخلوقات کا مطلب ہے اللہ عزوجل کی بنائی ہوئی ہر مخلوق سے بہترین۔ اللہ عزوجل نے انسان کو اس دنیا میں بھیجا اور اس کے ساتھ ہی اُسے زمین پر بھیجنے کا مقصد بھی بیان کیا۔ انسان جو کہ ہر لحاظ سے اللہ عزوجل کے تابع ہے اللہ عزوجل کے بتائے ہوئے مقصد سے بھٹک گیا اور اللہ عزوجل کے قانون سے انحراف کرنے لگا۔ اللہ عزوجل نے انسان کو راہِ راست پر دوبارہ سے لانے کے لئے انبیاء ورسولوں کو مبعوث فرمایا جنہوں نے انسان کو اُس کے تخلیق کے پس منظر سے آگاہ کیا۔ انسان کو بتایا کہ اللہ عزوجل وحدہٗ لاشریک لہ ہے اور انسان خواہ غریب ہو یا امیر، بادشاہ ہو یا فقیر اگر وہ اللہ عزوجل کی یاد میں مشغول ہے اور اُس سے غافل نہیں تو وہ کامیاب ہے اور اگر اُس نے اللہ عزوجل کی وحدانیت کا انکار کیا اور اُس کی یاد کو اپنے دل سے نکال دیا ہے تو پھر اُس کا انجام نہایت عبرت ناک ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے انسان کے دنیا میں رہنے کو مسافر خانہ سے تعبیر کیا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے میرے دونوں کندھے پکڑے اور مجھ سے فرمایا کہ دنیا میں مسافر کی طرح رہو کیونکہ یہ دنیا مسافر خانہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ جوامع الکلم سے ہے یعنی مختصر الفاظ مگر کثیر معانی۔ کیونکہ مسافر کی دورانِ سفر بہت کم لوگوں سے شناسائی ہوتی ہے اور اُس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ جلد از جلد اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ نیز مسافر دوران سفر اپنے

مکان، مال و دولت، آل و اولاد، عزیز و اقارب وغیرہ کی جانب مشغول نہیں ہوتا اور اُس کے مطمع نظر صرف منزل مقصود ہے اس لئے انسان کو بھی چاہئے کہ وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو پہچانے کہ وہ اس دنیا میں صرف عارضی زندگی گزارنے کے لئے آیا ہے اور اس زندگی میں کئے گئے نیک اعمال ہی اُس کی ہمیشگی زندگی کو خوشگوار بنائیں گے۔ اگر اُس نے اپنی تخلیق کے مقصد کو بھلا دیا تو پھر اُس کی ہمیشگی زندگی ایک دردناک سزا بن جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ انسان کو بالخصوص مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اللہ عزوجل کے بنائے ہوئے قوانین سے انحراف نہ کریں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے اپنے اس عارضی ٹھکانے کی طرف توجہ کرنے کی بجائے اپنے مستقل ٹھکانے کی فکر کرے۔ اپنے مطلوب سے غفلت نہ برتے اور اللہ عزوجل کی عبادت بغیر کسی لالچ اور ریا کے کرے تاکہ اپنی منزل مقصود پر بخیر و عافیت پہنچے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے!

''تو اس بارِ امانت کا حامل ہے جس کو آسمان و زمین اور پہاڑ بھی نہ اٹھا سکے، تو نے اس کو اپنی ہمت پر لیا، اس امانت کی حفاظت تیرے ذمہ ہے اور اس کی پوری طرح حفاظت صرف اسی صورت میں کرسکتا ہے جب تک دنیا میں رہے غریب اور مفلسوں کی طرح رہے۔''

آخرت میں کامیابی کا طریقہ

دنیا فانی اور ناپائیدار شے ہے۔ آخرت ہمیشہ کے لئے ہے۔ دنیا کی زندگی بے ثباتی اور ختم ہونے والی ہے جبکہ آخرت کی زندگی کو آبِ دوام حاصل ہے۔ انسان کو اس عارضی زندگی یعنی دنیا میں بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنی ہمیشہ کی زندگی کو حاصل کر سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں پر کیا گیا نیک کام آخرت میں کام آئے گا اور یہاں پر کیا گیا بُرا کام آخرت میں ایک دردناک عذاب بن کر سامنے آئے گا۔ آخرت کی منزل بہت ہی مشکل ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اے ابوذر رضی اللہ عنہ! کشتی درست کرلو اس لئے دریا بڑا ہی پُرخطر ہے' سامانِ سفر تیار کرلو کیونکہ سفر بہت طویل ہے' خالص عمل کرو کیونکہ اعمال کو پرکھنے والا سمیع والبصیر ہے۔

حضرت علامہ فقیر محمد جاوید قادری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آخرت کی سرخروئی کے لئے ضروری ہے کہ اعمالِ صالحہ کئے جائیں' عبادتِ الٰہی میں خشوع وخضوع پیدا کیا جائے' عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں خود کو تمام کیا جائے کیونکہ یہی دولت آخرت میں کام آنے والی ہے اور گناہوں سے بالخصوص گناہ کبیرہ سے پرہیز کیا جائے۔ اگر گناہ سرزد ہو جائے تو صدقِ دل سے اللہ عزوجل کے حضور گڑگڑا کر توبہ کی جائے۔ ہر نیک کام کرتے وقت اللہ عزوجل اور حضور نبی کریم ﷺ کی خوشنودی کو مدنظر رکھا جائے۔ نیکی کے کسی بھی کام میں ریاکاری سے کام نہ لیا جائے اور دکھاوا ہرگز مقصود نہ ہو۔

انسانیت کی تکمیل کی دو چیزیں ہیں۔ اول گناہوں سے پاک ہونا' دوم عبادت

الٰہی سے خود کو مزین کرنا۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بے شمار احادیث میں اس کی تعلیم کی گئی ہے۔ لہٰذا ہمیں خود کو مکمل کرنے کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونا چاہئے اور اپنی زندگیوں کو اللہ عزوجل کے احکامات کے تابع، حضور نبی کریم ﷺ کے فرمودات کے مطابق اور اُن کے اسوۂ حسنہ کے مطابق بسر کرنا چاہئے تا کہ ہمیں آخرت کی زندگی میں کامیابی حاصل ہو۔ آخرت کی تمام خوبیوں انہی باتوں میں مضمر ہیں کہ مسلمان خوابِ غفلت سے بیدار ہوں تا کہ دونوں جہاں میں کامیاب و کامران ہوں۔

مسلمان کا مقصد آخرت سے ہے نہ کہ دنیا سے۔ اپنے مقصد کے حصول کے لئے ایک مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا سے جائے تو کلمہ گو ہو تا کہ دوزخ سے نجات پائے اور جنت کے انعام و اکرام کا مستحق ٹھہرے۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو چیزیں مسلمان کو جنت میں لے جائیں گی وہ اس کا تقویٰ اور حسنِ اخلاق ہے اور جو چیزیں مسلمان کو دوزخ میں لے جائیں گی وہ اس کا منہ اور اس کی شرمگاہ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی اس حدیث میں جنت کے حصول کا طریقہ اور دوزخ سے نجات کا طریقہ بتا دیا گیا۔ تقویٰ شریعت مطہرہ میں ہر معصیت سے بچنا اور تمام احکامِ الٰہی پر عمل پیرا ہونا ہے۔ تقویٰ کے اندر تمام بھلائیاں شامل ہیں۔

اس حدیث میں تقویٰ سے مراد ظاہری اعمال اور حسن اخلاق سے مراد باطنی اعمال ہیں۔ یعنی مسلمان ظاہری اور باطنی نیک اعمال کی بدولت جنت کا مستحق ہو سکتا ہے اور اگر اُس نے اپنے منہ اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت نہیں کی اور ان کا غلط استعمال کیا جیسا کہ آج کے دور میں عام ہے تو پھر یہ اس کو دوزخ میں لے جانے کے لئے کافی ہیں کیونکہ منہ سے انسان جب کسی کی چغلی کرے گا، جھوٹ بولے گا، غیبت کرے گا، گالی گلوچ کرے گا، حرام کھائے پئے گا تو تمام کی تمام بُری حرکات اس منہ سے سرزد ہوں گی جو کہ اس کو دوزخ میں لے جانے کے لئے کافی ہیں۔ شرمگاہ سے مراد شہوت ہے جو کہ انسانی عقل کو زائل کر دیتی

ہے اور جس انسان نے اپنی شہوت پر قابو پا کر اپنے حواس کو برقرار رکھا یعنی شرمگاہ کو جائز اور حلال مقصد کے لئے استعمال کیا تو وہ کامیاب وکامران ہو گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جو شخص مجھے اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے میں اُس کو جنت کی ضمانت دے دیتا ہوں۔

مطلب یہ کہ مسلمان کی زبان غیبت‘ چغل خوری‘ جھوٹ اور دیگر حرام کاموں سے محفوظ رہے اور اپنی شہوت پر قابو رہے اور بدحواس نہ ہو تو حضور نبی کریم ﷺ اُس کو جنت کی ضمانت دے رہے ہیں کہ وہ شخص جنتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعام واکرام کا مستحق ہے۔ جس شخص نے اپنی زبان اور شرمگاہ پر قابو پا لیا اُس کو اللہ عزوجل کی خوشنودی حاصل ہو گئی اور روزِ محشر وہ انبیاء‘ صدیقین‘ شہداء اور صلحاء کے ساتھ ہو گا کیونکہ ان لوگوں کو یہ بلند مراتب صرف اپنی زبان اور شرمگاہ پر قابو پانے کی وجہ سے حاصل ہوئے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

دنیا و آخرت میں بھلائی

دین اسلام ہر بھلائی کا ضامن ہے اگر چہ وہ بھلائی ظاہری ہو یا باطنی، دنیوی ہو یا اخروی، دین اسلام ہر بھلائی کا احاطہ کرتا ہے۔ دین اسلام دونوں جہان کی بھلائی جمع کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ دین اسلام کے قوانین جو اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں بیان کئے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات جو احادیث کی صورت میں ہم تک پہنچے یہ سب دنیا و آخرت میں بھلائی کے حصول کے لئے مینارۂ نور ہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیمار مسلمان کی عیادت کی جو کہ نہایت ہی ضعیف تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے دریافت فرمایا کہ کیا تو نے اللہ تعالیٰ سے بھلائی کی دعا کی؟ اُس نے کہا ہاں! میں یہ دعا کرتا تھا کہ یا اللہ! تو مجھے آخرت میں جو عذاب دے گا وہ دنیا میں ہی مجھے دے دے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی بات سن کر فرمایا کہ سبحان اللہ! تو اُس کی طاقت نہیں رکھتا تو یہ دعا کیوں نہیں کرتا کہ اے اللہ! مجھے دنیا و آخرت میں بھلائی عطا فرما اور مجھے دوزخ کے عذاب سے بچا۔ اس کے بعد آپ نے اُس مریض کے لئے دعا فرمائی جس سے وہ صحت یاب ہو گیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کے لئے دونوں جہان میں بھلائی کے دروازے کھول رکھے ہیں اور اللہ عزوجل کو یہ گوارا نہیں کہ اُس کے محبوب کی یہ اُمت دنیا و اخروی بھلائی سے محروم ہو۔ اب یہ ہم مسلمانوں کی کوتاہی ہے کہ ہم اللہ عزوجل کے قوانین اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات کو

فراموش کر چکے ہیں ورنہ دین اسلام تو بھلائیوں کا مجموعہ ہے۔

اس حدیث سے ہمیں یہ پیغام بھی ملتا ہے کہ مسلمان آخرت کے خوف سے اور دوزخ کے خوف سے کبھی اس چیز کی دعا نہ کرے کہ اُسے آخرت کا عذاب دنیا میں ہی دے دیا جائے بلکہ اُسے ہمہ وقت اللہ عزوجل سے بھلائی کی دعا کرنی چاہئے تاکہ عذابِ قبر اور عذابِ دوزخ سے نجات پاسکے۔

ہمیں چاہئے کہ ہم خوابِ غفلت سے بیدار ہوں' اللہ عزوجل کے فرمان اور حضور نبی کریم ﷺ کی احادیث کو اپنی زندگیوں کے لئے مشعل راہ بنائیں تاکہ دونوں جہانوں کی نعمتوں سے سرفراز ہوسکیں۔

تیرے میکدہ میں کمی ہے کیا
جو کمی ہے ذوق طلب میں ہے
جو ہوں پینے والے تو آج بھی
وہی بادہ ہے وہی جام ہے

نورِ عبادت الٰہی کا حصول

حضور نبی کریم ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا بڑی سعادت کی بات ہے اور یہی اسلامی زندگی کا بنیادی اصول ہے۔ اللہ کی نافرمانیوں سے بچنا تزکیہ کہلاتا ہے۔ اس کے بغیر نورِ عبادت الٰہی حاصل نہیں ہوسکتا۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کون شخص ہے جو مجھ سے سیکھے اور یاد رکھے اُن کلمات کو جن کی تعلیم میں دے رہا ہوں؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ یہ کلمات یاد کرلو تمہیں نورِ عبادت الٰہی حاصل ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے یہ کلمات بیان کیے۔ محارم سے بچ' تو لوگوں میں بڑا عابد ہو اور اللہ کی تقسیم پر راضی ہو' تو لوگوں میں بڑا غنی ہو اور اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کر' تو مومن ہو اور لوگوں کے لئے وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے' تو مسلم ہو اور زیادہ نہ ہنس اگر زیادہ ہنسے گا تو دل مردہ ہوجائے گا۔

اس حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے اُن اُمور کی تعلیم دی ہے جن کے ذریعے مومن نورِ عبادت الٰہی سے اپنے دل کو منور کرسکتا ہے۔ یعنی جو شخص محرمات و مکروہات سے پرہیز کرتا ہے اگرچہ نفلی عبادات' صدقات و خیرات میں مبالغہ نہیں کرتا وہ اس شخص سے افضل ہے جو باوجود ادائے فرض کے نفلی عبادات میں دکھاوا کرتا ہے۔ یہی صراطِ مستقیم کی اعلیٰ تعلیم ہے جو ہمیں حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں سکھائی ہے۔

اس کے علاوہ اس حدیث کے ذریعے ہمیں قناعت کی تعلیم بھی دی ہے کہ اللہ کی تقسیم پر راضی ہوں۔ اگر ہم اللہ کی تقسیم پر راضی ہو جائیں گے تو اللہ ہمیں غنی فرمادے گا

کیونکہ جو شخص قناعت نہیں کرتا وہ کبھی بھی اطمینان قلب نہیں پاتا۔

نیز پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم ہے کہ مومن کے اوصافِ حمیدہ کے بہترین پہلوؤں میں سے ایک پہلو یہ ہے کہ اُس کے اپنے پڑوسی کے ساتھ تعلقات اچھے ہوں۔ اُسے اپنے پڑوسی کی ہر ضرورت کا خیال ہو۔ جو وہ اپنے اور اپنے اعزاء کے لئے پسند کرے وہی اُس کے لئے بھی پسند کرے۔

الغرض خلاصہ یہ ہے کہ مسلمان اللہ عزوجل کی نافرمانیوں سے بچے، خشوع و خضوع سے عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو، صبر وقناعت کو اپنا شیوہ بنائے، پڑوسیوں کے ساتھ بہترین سلوک کرے، فضول باتوں سے پرہیز کرے، اپنے دل میں اللہ عزوجل کے خوف کو بٹھائے۔ ان تمام باتوں پر عمل کرنے سے عبادت میں نور پیدا ہوگا اور عبادت کا لطف حاصل ہوگا۔

مساواتِ محمدی ﷺ

دین اسلام کی تعلیمات میں سے ایک تعلیم مساوات کی ہے۔ دین اسلام واحد مذہب ہے جس میں حقیقی مساوات کو انسانی زندگی کی اولین ترجیحات میں شامل کیا گیا ہے۔ دین اسلام سے قبل مساوات کا لفظ لوگوں کے اذہان میں موجود تو تھا مگر اس پر عمل پیرا کوئی بھی نہ ہوا۔ جس وقت حضور نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا گیا اُس وقت دنیا ایک نا گہانی دور سے گزر رہی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی تعلیمات میں مساوات کو اولین فوقیت دی اور انسانوں میں سے آقا اور غلام کے فرق کو ختم کیا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہیں محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں حقیقی مساوات کی جو تعلیم ہے اُس کی نظیر نہیں ملتی۔ بخاری شریف میں حضرت معرور رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملا وہ حلہ پہنے ہوئے تھے اور اُن کے ساتھ اُن کا غلام بھی تھا جس نے حلہ زیب تن کر رکھا تھا۔ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے اس کی وجہ دریافت کی تو اُنہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)! تمہارے بھائی تمہارے تابع ہیں اور ان کو تمہارے قبضے میں کر دیا گیا ہے۔ پس وہ شخص کہ اس کا بھائی اس کے قبضہ میں ہو تو اس کو کھلائے جو خود کھائے اور وہ پہنائے جو خود پہنے اور ان کو اتنی تکلیف نہ دے کہ خود پر شاق گزرے اگر تم ایسا کرو گے تو تم بھی ان کی اعانت کرو گے۔

اس حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے مساوات کی تعلیم دی ہے کہ وہ لوگ جن کو

تمہارے تابع کیا گیا ہے یعنی تمہارے غلام ہیں ان کے ساتھ برابری کا سلوک کرو۔اس کی مثال ہمیں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بیت المقدس کے سفر میں ملتی ہے کہ جس وقت بیت المقدس فتح ہوا اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس آنے کی دعوت دی تو آپ مدینہ منورہ سے اپنے ایک غلام کے ہمراہ بیت المقدس روانہ ہوئے اور راستے میں طے پایا کہ کچھ سفر آپ اونٹ پر بیٹھیں گے اور غلام اونٹ کی مہار پکڑے گا اور کچھ سفر غلام اونٹ پر بیٹھے گا اور آپ اُس کی مہار پکڑ کر چلیں گے۔ چنانچہ جس وقت آپ بیت المقدس کی حدود میں داخل ہوئے تو غلام اونٹ پر سوار تھا اور اونٹ کی مہار آپ کے ہاتھوں میں تھی۔

بلاشبہ اسلامی تعلیم ہمیں مساوات کا سبق دیتی ہے کہ ہمیں امیر و غریب کا فرق مٹا دینا چاہئے' آقا اور غلام کے فرق کو ختم کر دینا چاہئے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ خطاب جو آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر صحابہ کرام سے کیا جس میں آپ نے دورِ جاہلیت کی تمام رسومات کو باطل قرار دیا اور عربی اور عجمی کا' گورے اور کالے' آقا اور غلام کا' امیر اور غریب کا فرق ختم کر دیا اور فرمایا کہ سوائے تقویٰ کے کسی بھی انسان کو دوسرے انسان پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور تمام انسان برابر ہیں۔ چنانچہ ہمیں بھی چاہئے کہ ہم اپنے بھائیوں کی تکالیف کا خیال کریں اور اُن کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے پیش آئیں۔

اسلامی اصول کے تحت ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرنی چاہئے' اُس سے دلی ہمدردی رکھنی چاہئے' اُس کی اعانت کرنی چاہئے۔ اخوت اور مساوات کی بہترین مثال ہمیں ہجرت مکہ کے وقت دیکھنے میں آتی ہے جب مہاجرین مدینہ منورہ میں بے یار و مددگار آئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کو باہمی بھائی بھائی بنا دیا۔ باہمی تعلقات کی اس سے بہترین مثال ہمیں نہیں ملتی۔ انصار نے اپنے گھروں' اپنی جائیدادوں حتیٰ کہ اگر کسی کی دو بیویاں تھیں تو ایک طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے ساتھ بیاہ دی۔ یہ اُخوت اور مساوات کی

بہترین مثال ہے جو کہ تاریخ میں سنہری حروف سے درج ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمان مسلمان آپس میں بھائی ہیں' چنانچہ ایک مسلمان کو چاہئے کہ وہ دوسرے مسلمان پر ظلم نہ کرے اور نہ ہی اسے ذلیل کرے اور جو مسلمان اپنے بھائی کی حاجت کو پورا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی حاجت کو پورا کرتا ہے اور جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کو تکلیف کو دور کرے گا اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اُس کو تکلیف سے دور رکھے گا اور جو مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی پردہ پوشی کرے گا اللہ تعالیٰ بروزِ قیامت اُس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

اس حدیث میں حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو باہمی مساوات اور اُخوت کی تعلیم دی ہے۔ اگر مسلمان حضور نبی کریم ﷺ کی اس حدیث پر دل و جان سے عمل پیرا ہو جائیں تو یقیناً آج کے اس مادیت پرست دور میں مسلمان جس زوال کا شکار ہیں وہ دوبارہ سے متحد و متفق ہو جائیں گے اور جو مسلمانوں کا شیرازہ بکھر چکا ہے اللہ تعالیٰ اُن میں نئے سرے سے ایک طاقت پیدا کر دے گا کیونکہ جو قوم اپنے اسلاف کے اخلاق و اطوار کو بھول جاتی ہے اللہ تعالیٰ بھی اُن کو بھلا دیتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ یعنی باہمی تعلقات قائم ہیں اس لئے کسی بھی مسلمان بھائی کی تکلیف کو دور کرنا دوسرے مسلمان کا اخلاقی اور مذہبی فریضہ ہے۔

اللہ عزوجل کا ہم پر بے حد انعام و اکرام ہے کہ اُس نے ہم میں اپنے محبوب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا جنہوں نے ہمیں زندگی گزارنے کے لئے سنہری اُصول بتائے اور نمونے کے طور پر اپنی سیرت ہمارے سامنے پیش کی۔

آئی ہے میرے ساتھ مساوات کی شعاع
یہ آفتابِ وقت کی پہلی کرن نہیں

رشتۂ اخوت کا تقاضا

بخاری شریف میں حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اشعرین جب غزوہ میں بے توشہ ہو جائیں یا مدینہ منورہ میں ان کے اہل وعیال کا کھانا کم ہو جائے تو جو اُن کے پاس ہو ایک کپڑے میں جمع کریں' پھر آپس میں برابر تقسیم کریں تو وہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں۔

اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رشتۂ اخوت کی تعلیم دی ہے اور فرمایا کہ اگر تمہیں کبھی ایسی صورتِ حال درپیش آ جائے کہ دورانِ جنگ' سفر وحضر یا کسی آفت کے نتیجے میں اُن کے پاس اسباب کی کمی ہو جائے تو اُن کے پاس جو کچھ بھی موجود ہو وہ آپس میں برابر تقسیم کریں۔ یہی رشتۂ اخوت کا تقاضہ ہے اور جس نے یہ عمل کیا وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق اُن کے ساتھ ہے۔

انسانیت کا تقاضا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان کی ضروریات کا خیال رکھے۔ دین اسلام کا زریں اصول مسلمانوں میں باہمی اتحاد واتفاق پیدا کرنا ہے۔ ایک دوسرے سے غم خواری کرنا ہے' امیر کو غریب کی مدد کرنا ہے' غرباء اور مساکین کی حاجت کو رفع کرنا ہے' طاقت ور کو کمزور کی مدد کرنا ہے' غرضیکہ ہر مسلمان کو دوسرے مسلمان کی اعانت کرنا جتنی وہ استطاعت رکھتا ہو۔

ایسے مسلمان جو اپنے دوسرے مسلمان بھائی کی اعانت کرتے ہیں وہ مقبولانِ بارگاہِ الٰہی ہوتے ہیں۔ ان لوگوں پر اللہ عزوجل کا خصوصی فضل وکرم ہوتا ہے۔ اللہ عزوجل ان پر اپنی بے شمار نعمتوں کا نزول فرماتا ہے۔ دین اسلام کے سنہری اصولوں میں سے ایک

اصول یہ ہے کہ بوقت مشکل اپنے بھائی کی مدد کی جائے خواہ وہ مدد جسمانی ہو یا مالی ہو اور یہی رشتۂ اخوت کا تقاضا ہے اور ویسے بھی حدیث بالا میں جیسا حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ وہ مجھ سے ہے تو یہ کسی بھی مسلمان کے لئے کتنی فخر کی بات ہے کہ اُس کو حضور نبی کریم ﷺ اپنے ساتھ ٹھہرا رہے ہیں اور اپنے قریب کر رہے ہیں۔ قربِ مصطفیٰ ﷺ جس کو نصیب ہو جاتا ہے وہ شخص نہایت ہی خوش قسمت ہوتا ہے اور قربِ مصطفیٰ ﷺ دنیا جہان کی تمام نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔

فقراء کی فضیلت

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ میری اُمت کے بہترین لوگ وہ ہیں جو فقراء ہیں اور سب سے پہلے جنت میں جانے والے اور پہلو کے بل آرام کرنے والے میری اُمت کے یہ کمزور لوگ ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ)! ہمیشہ فقر اور غربت کی حالت میں زندگی بسر کرنا اور جب تمہیں موت آئے تو اسی حالت میں اپنی جان کو جانِ آفریں کے سپرد کرنا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کرام کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا میں مومن کے لئے بہترین تحفہ فقر ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت فرماتا ہے تو اسے آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جب بہت زیادہ محبت فرماتا ہے تو اسے مکمل طور پر اپنا کر لیتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! اس سے کیا مراد؟ آپ نے فرمایا کہ پھر اللہ تعالیٰ اُس کے پاس نہ ہی اُس کے اہل و عیال میں سے کسی کو چھوڑتا ہے اور نہ ہی اُس کے مال میں سے کچھ اُس کے پاس رہتا ہے۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ایک شخص حاضر ہوا۔ آپ نے اُس شخص کو دیکھ کر فرمایا کہ اگر تم مال دار ہو تو مجھ سے دور چلے جاؤ میں تمہارے نزدیک نہیں آنا چاہتا۔ حضرت مؤمل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں فقیر سے زیادہ معزز کسی شخص کو نہیں پایا۔

حضرت لقمان علیہ السلام سے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تم کسی کے

پھٹے ہوئے کپڑے دیکھ کر اسے حقیر نہ سمجھو کیونکہ تمہارا اور اس کا رب ایک ہی ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ خراسان کے بادشاہ تھے۔ ایک مرتبہ آپ اپنے محل سے باہر تشریف لائے تو آپ نے محل کے نزدیک ایک شخص کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ایک روٹی تھی۔ اُس شخص نے وہ روٹی کھائی اور اطمینان سے سو گیا۔ آپ نے اپنے خادم کو کہا کہ جب یہ شخص اٹھے تو اسے لے کر میرے پاس آنا۔ جب وہ شخص بیدار ہوا تو خادم اُسے لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اُس سے پوچھا کہ اے بندے! تم نے روٹی کھائی جب کہ تم بھوکے تھے اور تم نے روٹی کھائی۔ اُس شخص نے کہا جی ہاں۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تمہارا پیٹ ایک روٹی سے بھر گیا۔ اُس شخص نے کہا الحمد للہ۔ آپ نے پوچھا کہ کیا تمہیں ایک روٹی کھا کر نیند آ گئی۔ اُس شخص نے کہا کہ پُر سکون۔ آپ نے دل میں سوچا کہ جب ایک روٹی کھا کر آدمی سکون سے سو سکتا ہے تو پھر میں اتنی دنیا کو لے کر کیا کروں گا۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد آپ نے بھی فقر اختیار کر لیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے کہ تم میں سب سے زیادہ خوش حال وہ شخص ہے جو یہ یقین رکھتا ہے کہ جس نے رزق تقسیم کیا ہے وہی اسے رزق عطا کرے گا۔

اُمت کے ذمہ حضور نبی کریم ﷺ کے حقوق

اُمت کے ذمہ حضور نبی کریم ﷺ کے جن حقوق کی ذمہ داری ہے اُن میں اولین فرض اللہ عزوجل کی وحدانیت کے اقرار کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت کا دل وجان سے اقرار کرنا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت کے اقرار کے بغیر ایمان نامکمل ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اقرار کرنے والا اگرچہ اللہ عزوجل کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہو لیکن وہ ذیل کے ارشادِ باری تعالیٰ کی رو سے کافر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے!

''اور جو کوئی اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) پر ایمان نہ لایا پس تحقیق ہم نے کافروں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔''

(سورۂ فتح)

حضور نبی کریم ﷺ کی اطاعت ہر مسلمان کا فرض ہے۔ فرمان الٰہی ہے!

''اور جو کچھ رسول (ﷺ) تم کو دیں تم اسے لے لو اور جس سے تم کو منع فرمائیں اس سے تم باز رہو اور اللہ سے ڈرو۔ تحقیق اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔''

(سورۂ حشر)

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں مختلف مقامات پر حضور نبی کریم ﷺ کی فضیلت اور شان اور اُن کے حقوق کے بارے میں آیات نازل فرمائی ہیں۔ ایک اور موقع پر اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے!

''کہہ دیجئے (یعنی حضرت محمد ﷺ) اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو

میری پیروی کرو تا کہ اللہ تم کو دوست رکھے اور تمہارے گناہوں کو
بخش دے اور اللہ بخشنے والا نہایت ہی مہربان ہے۔"

(سورۃ آل عمران)

بخاری شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بوقت وصال اپنی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن میں کتنے کپڑے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال کس روز ہوا؟ آپ کے دریافت کرنے کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ عشق تھا اور آپ چاہتے تھے کہ بوقت وصال آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے موافقت نصیب ہو جائے۔ آپ تمام زندگی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور ہر کام میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت کی۔ آپ کے شوقِ اتباع کی انتہاء یہ تھی کہ بوقت وصال بھی موافقت کی آرزو کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس امر پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا میں اُسے کئے بغیر نہیں چھوڑتا تھا اور بوقت وصال مجھے اب بھی ڈر ہے کہ کہیں سنت واتباع میں پیچھے نہ رہ جاؤں۔

بخاری شریف میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ایک اور واقعہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد حضرت اسلم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا' آپ حجر اسود کو بوسا دے رہے تھے۔ حجر اسود کو بوسہ دینے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اگر میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھ کو کبھی بھی نہ چومتا۔

مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کہ انگلی میں سونے کی انگوٹھی دیکھی۔ آپ نے اُس کی انگلی سے سونے کی انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور فرمایا کہ سونا مرد کے لئے حرام ہے۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو دیگر لوگوں نے اُس سے کہا کہ تم اسے پہن نہیں سکتے لیکن اسے بیچ کر فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ اُس شخص نے کہا کہ خدا کی قسم! میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اتباع کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہوتا ہے۔

''کہہ دیجئے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا قبیلہ اور تمہارا مال جو تم کماتے ہو اور وہ تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جو تم رہنے کے لئے پسند کرتے ہو تمہارے نزدیک اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُس کی راہ میں جہاد سے زیادہ پیارے ہیں یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیجے اور اللہ نافرمان لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

اللہ عزوجل کے اس فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان پر اللہ عزوجل اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت واجب ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے اس فرمان میں واضح طور پر اس بات کا اشارہ کر دیا ہے کہ جب تک تم اپنی عزیز ترین شے پر اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو فوقیت نہ دو گے اور اللہ عزوجل کے احکام اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی نہ کرو گے تم صدقِ دل سے محبت کے دعوے دار نہ ہو گے اور اخروی انعامات کے کسی بھی صورت مستحق نہیں ٹھہرو گے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے دعوے دار میں ذیل کی خصوصیات کا پایا جانا بے حد ضروری ہے۔ اگر کوئی ان خصوصیات پر پورا اُترتا ہوگا تو اس کا مطلب ہے کہ وہ حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح دعوے دار ہے۔ وہ خصوصیات یہ ہیں۔

۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال پر اور آپ کی سنت پر عمل پیرا ہونا اور جن باتوں سے آپ نے منع فرمایا ہے اُن سے اجتناب برتنا۔

۲۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کثرت سے کرنا اور آپ پر درود و سلام کی کثرت کرنا' احادیث کی تلاوت کرنا اور اُن کے مفہوم کو سمجھنا' میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی محافل کا انعقاد کرنا اور آپ کی بعثت کے مقصد کو پہچاننا۔

۳۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا اشتیاق رکھنا جیسے کہ صحابہ کرام کو تھا بالخصوص

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو کہ آپ کے وصال کے بعد اذان دینا چھوڑ دی۔

۴۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وتوقیر کرنا اور آپ کو ہر شے سے عزیز جاننا۔

۵۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھنے والے اور آپ کی اتباع کرنے والے ہر شخص سے محبت رکھنا۔

۶۔ جو شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض وعداوت رکھے اُس سے دشمنی رکھنا اور اُس سے نفرت کرنا۔

۷۔ قرآن کریم سے محبت رکھنا جس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خلق بنایا ہوا تھا۔ قرآن کریم سے محبت کی یہ نشانی ہے کہ تلاوت کلامِ پاک کثرت سے کرنا اور اس کے معانی ومطالب پر غور کرنا۔

۸۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کی خیر خواہی چاہنا۔

۹۔ دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا اور فقر کو مال پر ترجیح دینا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے!

''اے ایمان والو! اللہ اور اُس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔ تحقیق اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔''

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درودِ پاک پڑھا تو اللہ اس درودِ پاک کے پڑھنے کی وجہ اُس کی سانس سے ایک سفید بادل پیدا فرماتا ہے اور پھر اسے حکم دیتا ہے کہ رحمت کے سمندر سے پانی لو وہ پانی لیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اسے برسنے کا حکم فرماتا ہے۔ جب وہ بادل بارش برساتا ہے تو جو بھی قطرہ زمین پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ اس قطرے سے سونا پیدا فرماتا ہے اور جو قطرہ پہاڑوں پر گرتا ہے اس سے چاندی پیدا فرماتا ہے اور جو قطرہ کافر پر گرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ایمان کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے!

''تم بہترین اُمت ہو جو ظاہر کی گئی ہدایت و بھلائی کے لئے۔''

(سورۃ آل عمران)

اس آیت کریمہ میں اُمت مسلمہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُمت مسلمہ کو تمام اُمتوں پر فوقیت دی ہے۔ اُمت مسلمہ کی فضیلت دیگر امتوں پر اسی طرح ہے جس طرح صحابہ کرام کی فضیلت دیگر تمام مسلمانوں پر۔ ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے!

''تم حکم دیتے ہو نیکی کا اور روکتے ہو برائی سے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔''

(سورۃ آل عمران)

سورۂ آل عمران کی اس آیت میں اُمت محمدی کی فضیلت بیان کررہا ہے کہ اُمت محمدی نیک کاموں کا حکم دیتے ہیں اور برے کام کرنے سے روکتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے اُمت محمدی کو یہ فضیلت اس لئے عطا کی کہ یہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں، کفار سے جہاد کرتے ہیں تاکہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ اُمت محمدی کو دوسری اُمتوں پر فوقیت حاصل ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ لوگوں میں سے بہترین وہ ہے جو دوسروں کو نفع دے اور براوہ ہے جو دوسروں کو اذیت دے۔

نیز اللہ کی وحدانیت کی تصدیق کرتے رہو اور اس بات کا اقرار کرتے رہو کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ جس نے اللہ کی وحدانیت کا اقرار تو کیا لیکن حضور نبی کریم ﷺ کے رسول ہونے کا انکار کیا تو وہ کافر ہے۔ ایک اور موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمان وہ ہے جو کسی برائی کو دیکھتا ہے تو اسے ہاتھ سے روکنے کی کوشش کرتا ہے اور اُس میں اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ اسے ہاتھ سے روک سکے تو اپنی زبان سے روکنے کی کوشش کرتا ہے اور اگر زبان بھی اس چیز کی طاقت نہ رکھے تو اسے دل کے ساتھ بُرا جانتا ہے اور یہ ایمان کا سب سے ہلکا درجہ ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تفسیر میں لکھا ہے کہ ہاتھ سے روکنا امراء کے لئے ہے جبکہ زبان سے روکنا علماء کے لئے اور دل سے بُرا جاننا عوام الناس کے لئے ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے!

''اور ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی کے کاموں میں۔''

(سورۃ المائدہ)

یعنی اگر کسی مسلمان کو دوسرے مسلمان سے یہ توقع ہو کہ وہ اس کے نیک کام میں شامل ہوگا اور اس کی مدد کرے گا تو دوسرے مسلمان کو اس بات میں سوچنا نہیں چاہئے بلکہ

بے دریغ ہو کر اس کی مدد کرے اس کا ساتھ دے اور اگر کوئی مسلمان کسی گناہ کی طرف مائل ہو تو بجائے اس کا ساتھ دینے کے اسے سمجھایا جائے کہ اس کے کیا نقصان ہیں اور یہ کام اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کا ناپسندیدہ ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لوگوں پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ ان کے نزدیک مردار گدھا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے مومن سے زیادہ پسندیدہ ہوگا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ جس نے کسی بدعتی کو جھڑکا تو اللہ تعالیٰ اُس کے دل کو امن اور ایمان سے بھر دے گا اور جس نے کسی بدعتی کی توہین کی تو اللہ تعالیٰ روزِ محشر اسے امن میں رکھے گا اور جس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تو وہ زمین میں اللہ اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول (محمد ﷺ) کا نائب ہوگا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے اس فرمان میں بدعتی کا ذکر کیا گیا ہے۔ بدعتی اُس شخص کو کہتے ہیں جو دین میں اپنی سہولت کے لئے کوئی غلط پہلو یا غلط رسم کو رائج کرے اور اسے فروغ دے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ کچھ ایسے لوگ آئیں گے جو کم عمر اور کم عقل ہوں گے اور وہ کائنات کی سب سے اچھی باتیں کریں گے لیکن وہ ان کے گلے سے آگے تجاوز نہ ہوں گی وہ لوگ دین سے اس طرح نکلے ہوئے ہوں گے جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور ان سے جہاد کرنا باعث نجات ہوگا۔

جو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیتے ہیں ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے!

''اور نہیں منع کرتے ایک دوسرے کو بُرائی سے اور وہ جو کرتے ہیں بہت ہی بُرا کرتے ہیں۔''

(سورۃ المائدہ)

اس ضمن میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم نیکی کا حکم دو اور بُرائی سے منع کرو اور اگر تم ایسا نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر جابر حکمران کو مسلط فرما دے گا جو تمہارے بزرگوں کی عزت نہیں کرے گا' چھوٹوں سے شفقت سے پیش نہیں آئے گا' پھر تمہارے نیک لوگ اس سے نجات کی دعا کریں گے لیکن وہ دعا قبول نہیں ہوگی' مدد طلب کریں گے لیکن اُن کی مدد نہیں کی جائے گی' گناہوں سے معافی مانگیں گے لیکن اُن کے گناہ معاف نہیں کیے جائیں گے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی پر عذاب نازل فرمایا حالانکہ اس بستی میں اٹھارہ ہزار لوگ ایسے تھے جن کے اعمال انبیاء جیسے تھے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیوں کر؟ آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کفار سے لڑنے کے علاوہ بھی کوئی جہاد ہے؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' ہاں ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! زمین میں اللہ کے ایسے بھی مجاہد ہیں جو شہداء سے افضل ہیں' زندہ ہیں' ان کو رزق مل رہا ہے' زمین پر چلتے ہیں' اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے بارے میں فرشتوں کے سامنے فخر فرماتا ہے اور ان کے لئے جنت مزین کی جاتی ہے۔ جس طرح اُم سلمہ (رضی اللہ عنہا) میرے لئے زینت کرتی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ لوگ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نیکی کا حکم دیتے ہیں' برائی سے روکتے ہیں' اللہ کے لئے محبت کرتے ہیں اور اللہ کے لئے ہی ناراض ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! مجھے اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' ایسا شخص اس مکان میں ہوگا جو شہداء کے مکانات سے زیادہ بلند ہوگا۔ ہر مکان کے تین سو دروازے ہوں گے اور ہر دروازے میں یاقوت اور زمرد لگا ہوا ہوگا۔ اس شخص کا نکاح تین لاکھ حوروں سے ہوگا جو کہ پاکیزہ اور صاف ستھری ہوں گی۔ پھر

وہ شخص جب بھی کسی حور کی جانب توجہ فرمائے گا تو وہ عورت اُس شخص کو اُس کے خواص کا ذکر کرے گی کہ فلاں فلاں وقت میں تو نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا تھا۔

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! کون سا شہید اللہ کے نزدیک افضل ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ شخص جو جابر حکمران کو دعوتِ حق دے اسے بُرے کاموں سے روکے یہاں تک کہ وہ جابر حکمران اسے قتل کروا دے۔ اگر اُس شخص کو قتل نہ بھی کروائے تو جب تک وہ شخص زندہ رہے گا تب تک یہ نہیں لکھا جائے گا کہ اس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کیا۔

امام الاولیاء حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شہیدوں میں سب سے افضل شہید وہ ہے جو کسی جابر حکمران کو دعوتِ حق دے اور اُسے نیک کاموں کی تلقین کرے، برائی سے روکے یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ ایسے شہید کا مقام روزِ محشر حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوگا۔

الغرض اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اور حضور نبی کریم ﷺ نے احادیث کے ذریعے بے شمار جگہوں پر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا اور جو لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں ان کے مقامات اور ان کے فضائل کو بھی بیان کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! کیا ہم اس وقت بھی نیکی کا حکم دیں کہ جب تک خود اس پر عمل نہ کرتے ہوں اور کیا اُس وقت بھی برائی سے روکیں کہ جب تک خود اُس سے باز نہ آتے ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم نیکی کا حکم کرو اگرچہ خود بھی اُس پر پوری طرح عمل نہ کرتے ہو اور برائی سے منع کرو چاہے تم خود بھی پوری طرح برائی سے اجتناب نہ کرتے ہو۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وخصائص

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل وخصائص کا احاطہ کرنا قوتِ بشری سے خارج ہے۔ اللہ عزوجل نے آپ کو بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ آپ خاتم النبین اور افضل البشر ہیں۔ بقول مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ!

لَا یُمکنُ الثّناءُ کما کانَ حَقُّہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

شیخ طریقت، رہبر شریعت وحقیقت حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان تین چیزوں کی حد کبھی نہ معلوم ہوسکی۔ اول حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب، دوم مکرنفس اور سوم معرفت۔

بقول حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ!

ہر رتبہ کہ بودد را مکاں بردست ختم

ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ تمام معجزات اور کمالات عطا کئے گئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ سے پہلے تمام انبیاء کو عطا فرمائے تھے۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے عرصہ بیس برس کی محنت کے بعد قرآن مجید کی تفسیر، احادیث وفقہ، اصول وتصوف کی کتب سے آپ کے خصائص کا نچوڑ نکالا اور ان کو مرتب کیا۔ ذیل میں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ خصائص نقل کئے جا رہے ہیں۔

۱۔ اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء سے پہلے پیدا فرمایا اور سب

سے آخر میں مبعوث فرمایا۔

۲۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم ارواح میں ہی نبوت سے سرفراز فرمایا جبکہ دیگر انبیاء کرام کی ارواح نے آپ سے ہی کسب فیض حاصل کیا۔

۳۔ عالم ارواح میں اللہ عزوجل نے دیگر انبیاء کرام کی روحوں سے عہد لیا کہ اگر وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو پائیں تو اُن پر ایمان لائیں اور اُن کی مدد کریں۔

۴۔ یوم الست میں سب سے پہلے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلیٰ کہا۔

۵۔ حضرت آدم علیہ السلام اور دیگر تمام مخلوقات کو آپ کے نور سے ہی پیدا فرمایا گیا۔

۶۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عرش کے پایہ پر، ساتوں آسمانوں پر، جنت کے ہر دروازے، ہر درخت اور ہر محل پر حتیٰ کہ حوروں کے سینوں اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا گیا ہے۔

۷۔ اللہ عزوجل نے اپنی تمام الہامی کتابوں میں آپ کا ذکر فرمایا ہے۔

۸۔ اللہ عزوجل نے آپ کو بنی آدم کے بہترین قبیلہ اور خاندان میں پیدا فرمایا۔

۹۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک اور حضرت اماں حوا علیہا السلام سے لے کر حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب شریف ہر قسم کے گناہوں مثلاً شرک اور زنا سے پاک ہے۔

۱۰۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت تمام بت اوندھے منہ گر پڑے۔

۱۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو آپ بغیر ختنہ کے اور ہر قسم کی آلائش سے پاک پیدا ہوئے۔

۱۲۔ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تو آپ حالت سجدہ میں تھے اور انگشت شہادت آسمان کی جانب بلند تھی۔

۱۳۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کے وقت ایک ایسا نور بلند ہوا جس کی روشنی میں حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا نے ملک شام کے محل دیکھے۔

۱۴۔ حضور نبی کریم ﷺ کے پنگوڑے کو فرشتے آ کر ہلایا کرتے تھے۔

۱۵۔ حضور نبی کریم ﷺ بچپن میں چاند سے کلام فرماتے تھے اور آپ انگلی کے اشارے سے چاند کے ساتھ کھیلتے تھے۔

۱۶۔ اعلانِ نبوت سے پہلے گرمی کے دنوں میں ایک بادل کا ٹکڑا آپ پر سایہ فگن رہتا تھا اور درخت اپنی چھاؤں آپ کے لئے پھیلا دیا کرتے تھے۔

۱۷۔ اللہ عزوجل نے کلامِ پاک کی مختلف آیات میں حضور نبی کریم ﷺ کے اعضائے مبارکہ کا ذکر فرمایا ہے۔

۱۸۔ حضور نبی کریم ﷺ کا نام محمد (ﷺ) اللہ عزوجل کے نام محمود سے ہے۔

۱۹۔ حضور نبی کریم ﷺ کے قریباً ستر نام اللہ عزوجل کے نام سے ملتے ہیں۔

۲۰۔ حضور نبی کریم ﷺ کا نام پیدائش کے وقت احمد (ﷺ) رکھا گیا جس کا ذکر تمام کتب الہامی میں پہلے سے موجود تھا اور یہ نام آپ سے پہلے کسی کا نہ رکھا گیا تھا۔

۲۱۔ حضور نبی کریم ﷺ اپنے پیچھے اس طرح دیکھ لیتے تھے جیسے سامنے سے دیکھ رہے ہوں اور اندھیرے میں اس طرح دیکھتے جیسے دن کی روشنی میں دیکھتے ہیں۔

۲۲۔ حضور نبی کریم ﷺ کا لعابِ دہن شیریں تھا اور شیر خوار بچوں کے لئے دودھ کا کام دیتا تھا۔

۲۳۔ حضور نبی کریم ﷺ ہر قسم کی غلاظت سے پاک تھے اس لئے ہمہ وقت آپ سے خوشبو آتی رہتی تھی۔

۲۴۔ حضور نبی کریم ﷺ کی آواز مبارک اتنی بلند تھی کہ دور دور تک لوگ آپ کا خطبہ سماعت فرماتے تھے۔

۲۵۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی جمائی یا انگڑائی نہیں لی اور نہ ہی آپ کو کبھی احتلام ہوا۔

۲۶۔ حضور نبی کریم ﷺ کے پسینہ مبارک کی خوشبو کستوری کی خوشبو سے بھی زیادہ تھی۔

۲۷۔ حضور نبی کریم ﷺ کا سایہ نہ تھا اور یہی آپ کے نور ہونے کی گواہی ہے۔

۲۸۔ حضور نبی کریم ﷺ کے جسم مبارک پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی اور نہ ہی کبھی کپڑوں میں جوں رینگی۔

۲۹۔ حضور نبی کریم ﷺ شب معراج مع جسد مبارک اور حالت بیداری میں آسمانوں پر تشریف لے گئے اور اللہ عزوجل سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔

۳۰۔ حضور نبی کریم ﷺ کو زمین و آسمان کے تمام خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں۔

۳۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو جوامع الکلم بنایا یعنی آپ کے کلام میں فصاحت و بلاغت پائی جاتی تھی۔

۳۲۔ اللہ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرمایا کہ ہم نے آپ (حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ) کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

۳۳۔ حضور نبی کریم ﷺ کو تمام مخلوقات مثلاً جن و انس و ملائکہ ہر ایک لئے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔

۳۴۔ اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم ﷺ کو خاتم النبین بنا کر بھیجا یعنی آپ کے بعد اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۳۵۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جو شریعت اللہ عزوجل کی جانب سے عطا ہوئی وہ قیامت تک ہر انسان کے لئے ہے جبکہ دیگر انبیاء کی شریعتیں اگلے نبی کے آنے پر منسوخ کر دی جاتی تھیں۔

۳۶۔ حضور نبی کریم ﷺ اُمی تھے لیکن اللہ عزوجل نے آپ کو لکھنا پڑھنا سکھایا۔

۳۷۔ قرآن کریم اور دیگر الہامی کتابوں میں سوائے حضور نبی کریم ﷺ کے اللہ عزوجل نے اور کسی نبی پر درود و سلام نہیں بھیجا۔

۳۸۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر بلند کیا چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اذان، خطبے اور تشہد میں اللہ عزوجل کے نام کے ساتھ آپ کا ذکر موجود ہے۔

۳۹۔ حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک آنے والے

انسان کے احوال پیش کیے گئے۔

۴۰۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انبیاء کو مانگنے پر عطا کیا وہی سب کچھ حضور نبی کریم ﷺ کو بن مانگے عطا کیا۔

۴۱۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنا محبوب بنایا۔

۴۲۔ اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم ﷺ سے وحی کی تمام قسموں کے ساتھ کلام کیا۔

۴۳۔ قبر میں میت سے حضور نبی کریم ﷺ کی نسبت سوال پوچھا جائے گا۔

۴۴۔ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ کی ازواج سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا اور اُنہیں اُم المؤمنین کے لقب سے سرفراز کیا گیا۔

۴۵۔ جو شخص خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا اُس نے حقیقتاً آپ ہی کو دیکھا کیونکہ شیطان کسی بھی طور آپ کی صورت نہیں بنا سکتا۔

۴۶۔ حضور نبی کریم ﷺ کا نام محمد (ﷺ) کے نام پر نام رکھنا دنیا و آخرت کے لئے بے حد فائدہ مند ہے۔

۴۷۔ حضور نبی کریم ﷺ معصوم ہیں اور ہر قسم کی غلطیوں اور گناہوں سے پاک ہیں۔

۴۸۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب بھی بخار ہوتا تھا تو اس شدت سے ہوتا تھا جیسا کہ دو آدمیوں کو ہوا ہوتا کہ آپ کو ثواب بھی عام آدمی کی نسبت دوگنا ملے۔

۴۹۔ حضور نبی کریم ﷺ کو بروزِ قیامت مقامِ محمود عطا کیا جائے گا۔

۵۰۔ حضور نبی کریم ﷺ بروزِ قیامت حوضِ کوثر پر قیام پذیر ہوں گے۔

شانِ صحابہ قرآن وحدیث کی روشنی میں

صحابہ کرام وہ مبارک جماعت ہے جن کو حضور نبی کریم ﷺ کے دست حق پر بیعت کرنے اور دین اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا اور جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو اُن کی ظاہری حیات میں پایا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے کلامِ پاک سنا۔ اللہ عزوجل کی وحدانیت اور حضور نبی کریم ﷺ کی رسالت کا اقرار کیا۔ اس مبارک جماعت کو حضور نبی کریم ﷺ سے کسب فیض حاصل ہوا اور ان کے سینے حضور نبی کریم ﷺ کی احادیث سے منور ہوئے۔ صحابہ کرام آسمانِ نبوت کے درخشاں روشن ستارے ہیں اور یہی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد دین اسلام کو پھیلانے کے لئے ہر ممکن سعی کی یہاں تک کہ جان کا نذرانہ دینے سے بھی گریز نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان صحابہ کی شان اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور حضور نبی کریم ﷺ نے جابجا احادیث میں بیان کی ہے۔

صحابہ کرام کی شان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے!

''لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا ان ہی کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔''

(سورۃ التوبہ: ۸۸)

ایک اور موقع پر ارشادِ باری تعالیٰ ہوا۔

''ہم نے اپنے منتخب بندوں کو اس کتاب کا وارث بنایا۔''

(سورۃ فاطر: ۳۲)

جس وقت کفار کا ظلم و ستم حد سے تجاوز کر گیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ جانا پڑا اور جب آپ مدینہ منورہ گئے اور مدینہ منورہ کے انصار اور مہاجر دونوں میں ایک نئے رشتے کا آغاز ہوا تو اللہ عزوجل نے اس موقع پر مہاجر صحابہ کرام کے بارے میں ارشاد فرمایا!

''دیکھو ان فقراء کو جو اپنے گھر اور مالوں سے نکال کر ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ یہ اللہ کا فضل اور اُس کی رضا چاہتے ہیں اور اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) کی مدد کرتے ہیں وہی سچے ہیں۔''

صحابہ کرام کی شان میں ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا!

''اور اسلام قبول کرنے میں سبقت اور پہل کرنے والے مہاجر اور انصار اور ان کی نیک روش اختیار کرنے والوں سے اللہ راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور ان کے لئے ہم نے باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں تیار کر رکھی ہیں اور یہی بڑی کامیابی ہے۔''

(سورۂ توبہ: ۱۰۰)

انصار صحابہ کرام جنہوں نے مہاجرین کی ہجرت اور مدینہ منورہ میں آمد کے موقع پر اُن کے ساتھ حسن سلوک کیا ان کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہوا!

''جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا اور انہیں دوست رکھتے ہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے آتے ہیں اور جو چیز ان کو دی اس کی اپنی حاجت اپنے دلوں میں نہیں رکھتے اور ان کو اپنی جانوں پر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان کو اس کی شدید ضرورت ہوتی ہے اور جو لوگ اپنے نفس کی چال بازیوں سے بچ جائیں بے شک وہی فلاح پانے والے ہیں۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

"اس شخص کو دوزخ کی آگ کبھی نہیں چھو سکے گی جس نے مجھے دیکھا یا جسے میں نے دیکھا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا!

"میرے صحابہ کی عزت کرو کیونکہ وہ برگزیدہ اور بزرگ ہیں ان کے بعد اُن لوگوں کی تعظیم کرو جو ان کے قریب ہیں یعنی تابعین کی اور ان کے بعد اُن لوگوں کی جو ان کے قریب ہیں یعنی تبع تابعین کی اور اس کے بعد جھوٹ ظاہر ہو جائے گا اور ہر شخص قسم کھائے گا حالانکہ اُسے قسم کھانے کو نہیں کہا جائے گا اور ہر شخص گواہی دے گا حالانکہ اُسے گواہی دینے کے لئے نہیں کہا جائے گا۔ یاد رکھو کہ جو شخص جنت میں بہترین جگہ چاہتا ہے اُسے چاہئے کہ حق جماعت کو پکڑے کیونکہ تنہا شخص کا ساتھی شیطان ہے اور کوئی بھی شخص تنہائی میں کسی عورت کے ساتھ ہرگز نہ ٹھہرے کیونکہ ان کے درمیان تیسرا شیطان ہے جو ان دونوں کو بھٹکائے گا۔"

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا!

"میرے صحابہ کو بُرا مت کہو حقیقت یہ ہے کہ اگر کوئی اُحد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کر دے تو اُس کا یہ عمل میرے ایک صحابہ کے ایک مد یا نصف مد کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

تاریخ پر اگر نظر دوڑائی جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ ہر دور میں انبیاء کرام کے ساتھ جب وہ دعوت حق کی تبلیغ کرتے اُن کی طرف مائل ہونے والوں میں مفلس اور نادار لوگ ہوتے تھے جو کہ مال و دولت کے نشے میں ڈوبے ہوئے مغرور لوگوں کے ظلم و ستم سے تنگ آ چکے ہوتے تھے۔ امراء اور سرداروں نے ہمیشہ انبیاء کرام کی مخالفت کی اور ان کے

اصحاب کو بُرا کہا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی اپنے صحابہ کو بُرا کہنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے!

''جب تم کسی بھی شخص کو میرے صحابہ کی شان میں گستاخی کرتے دیکھو تو کہو کہ اس پر اللہ عزوجل کی لعنت ہو ان کی اس بُری حرکت پر۔''

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

''بلاشبہ میری اُمت کے وہ لوگ نہایت ہی بُرے ہیں جو میرے صحابہ کرام کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب کی شان بیان کرتے ہوئے فرمایا!

''اللہ نے تمہارے لئے دین اسلام کو پسند فرمایا ہے لہٰذا تم ایسے لوگوں کی صحبت اختیار کرو جو حسن معاشرت اور سخاوت میں یکتا ہوں سن لو کہ جو میرے صحابہ کی پیروی کرے گا وہ فلاح پائے گا۔''

صحابہ کرام کی نشانی کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے!

''اور وہ لوگ جو اُس (حضرت محمد ﷺ) کے ساتھ ہیں' زور آور ہیں کافروں پر اور نرم دل ہیں آپس میں' تو دیکھے اُن کو رکوع میں اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی خوشی' نشانی اُن کی چہروں پر ہے سجود کے اثر سے۔''

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگ قبول
پھول کچھ میں نے چنے ہیں ان کے دامن کیلئے

❖❖❖

شانِ بلال رضی اللہ عنہ

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی شان اور مراتب بہت بلند ہیں۔ آپ کو مؤذن اسلام کا درجہ حاصل ہے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا شمار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ کرام میں ہوتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک آپ کی قدرومنزلت بے بہا تھی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قریش کے رؤساء کی ایک جماعت موجود تھی۔ اُس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ ' حضرت خباب رضی اللہ عنہ ' حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی تشریف فرما تھے۔ رؤساء قریش نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ کیا آپ قوم کے ان لوگوں کو پسند کرتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ کر اللہ نے ان پر احسان کیا ہے؟ ہم کیسے آپ کی اطاعت کر سکتے ہیں اگر آپ ان لوگوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیں گے تو ہم آپ کی اطاعت کرلیں گے؟ جس وقت رؤساء قریش یہ بات کر رہے تھے اُس وقت اللہ عزوجل نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو وحی دے کر بھیجا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوا!

> ''اوران لوگوں کو مت دور کرو اپنے سے جو کہ صبح وشام رب کو پکارتے ہیں اور اُس کی خوشنودی چاہتے ہیں ان کا حساب ذرا بھی آپ سے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو اپنے سے نکال دیں ورنہ آپ ان کو اپنے سے دور کر کے ظالموں میں سے ہو جائیں گے۔''

(سورۃ انعام ۵۲)

ایک مرتبہ صحابہ کرام کی ایک جماعت حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تشریف فرما تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

''بلال (رضی اللہ عنہ) جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگا۔''

صحابہ کرام نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ سے بھی پہلے؟ آپ نے فرمایا! ہاں مجھ سے بھی پہلے۔ میں جس اونٹنی پر سوار ہوں گا اُس کی مہار بلال (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ میں ہوگی اور اس طرح وہ مجھ سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی عظمت کا عالم یہ ہے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی مہار پکڑے ہوں گے اور جنت میں سب سے پہلے داخل ہوں گے۔ اِس حدیث مبارکہ میں حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے جنتی ہونے کی بھی بشارت ہے۔

ایک مرتبہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اُس وقت حضور نبی کریم ﷺ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ آپ نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آؤ کھانے میں شریک ہو جاؤ۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ! میں روزے سے ہوں۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم اپنا رزق کھا رہے ہیں اور بلال (رضی اللہ عنہ) کا رزق جنت میں محفوظ ہے۔ نیز فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ) کیا تمہیں معلوم ہے کہ روزہ دار کی ہڈیاں تسبیح میں مشغول رہتی ہیں اور اُس کے لئے تب تک استغفار کی کثرت کرتی ہیں جب تک کہ وہ کچھ کھا پی نہ لے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور بزرگی کے بارے میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

''سابقین چار ہیں۔ میں سابقِ عرب ہوں، بلال (رضی اللہ عنہ) سابقِ حبشہ ہیں، صہیب (رضی اللہ عنہ) سابقِ روم ہیں اور سلمان فارسی (رضی اللہ عنہ) سابقِ فارس ہیں۔''

نسب نامہ

آپ کا نام بلال (رضی اللہ عنہ) ہے اور کنیت عبدالکریم اور ابوعبداللہ ہے۔ آپ کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام حمامہ تھا۔ آپ نسلاً حبشی تھے۔ آپ کے آباؤ اجداد ابتداء میں حبشہ میں قیام پذیر تھے بعدازں آپ کے والد ہجرت کر کے سراۃ (عرب) آئے۔ پھر سراۃ سے مکہ میں آ کر قیام پذیر ہوئے۔ آپ کی پیدائش کے بارے میں کتب سیر میں متضاد روایات موجود ہیں تاہم اکثر مؤرخین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ بعثت نبوی سے قریبا اٹھائیس برس بیشتر پیدا ہوئے۔ آپ کی جائے پیدائش سراۃ میں ہوئی۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پیدائشی غلام تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کے اٹھائیس برس غلامی میں بسر کیے۔ آپ کا آقا امیہ بن خلف مشرک تھا۔ تواضع و انکساری آپ کی سیرت کا ایک نمایاں پہلو رہا۔ لوگ جب بھی آپ کے فضائل کا تذکرہ کرتے تو آپ ان سے فرماتے کہ میں تو صرف ایک حبشی ہوں جو کہ کل تک ایک معمولی غلام تھا۔

حلیہ مبارک

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کا رنگ سیاہ اور قد لمبا تھا۔ آپ کا جسم کمزور اور آنکھیں سرخی مائل تھیں۔ رخساروں پر گوشت کی مقدار کم تھی۔ سینہ چوڑا اور جسم پر بال بے شمار تھے۔ داڑھی ہلکی تھی اور پنڈلیوں پر گوشت کم تھا۔ آپ کی آواز بلند اور بارعب تھی۔ آپ کے بال خمدار تھے۔ آپ کے والد کا تعلق حبشہ کے قدیم قبائل سے تھا۔ چونکہ آپ حبشی النسل تھے اسی لئے مورخین نے آپ کے نام کے ساتھ حبشی کا لقب لگایا ہے۔

لیکن بلال وہ حبشی زادہ حقیر
فطرت تھی جس کی نورِ نبوت سے مستنیر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے پہلے اہل عرب میں رنگ ونسل کا امتیاز برتا جاتا تھا۔ آپ کے اعلانِ نبوت کے بعد رنگ ونسل کا امتیاز ختم ہو گیا۔ آپ نے امیر و غریب، گورے و کالے کے فرق کو ختم کر دیا۔ آپ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بھی وہی حیثیت دی جو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام کو حاصل تھی۔

قبولِ اسلام

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بارے میں کتب سیر میں مختلف روایات موجود ہیں۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ آپ اُن پہلے سات اشخاص میں سے تھے جو اسلام کی دولت سے سرفراز ہوئے۔ آپ سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ' حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ' حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت یاسر رضی اللہ عنہ قبولِ اسلام کا شرف حاصل کر چکے تھے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ ابتداء ہی سے شریف النفس واقع ہوئے تھے۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلانِ نبوت سے پہلے کئی مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کر چکے تھے اور اُن کے اخلاق سے بے حد متاثر تھے۔ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات آپ نے سنی تو آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبیک کہا اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ' اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلمہ توحید بلند کیا اُس وقت حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے غلاموں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ' ابوسفیان کے غلام تھے۔ جس وقت ابوسفیان کو پتہ چلا کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے ہیں تو اُس نے آپ پر ظلم وستم کی انتہا کر دی۔ ایک دن وہ آپ کو روٴسا قریش کی مجلس میں لے گیا جہاں ابولہب' ابوجہل' اُمیہ بن خلف و دیگر روٴسا قریش موجود تھے۔ ابوسفیان نے آپ پر کوڑے برسانے شروع کر دیئے اور ساتھ ہی ساتھ پوچھنا شروع کر دیا

کہ بتاؤ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات کیا ہیں؟ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ ہمیں سکھاتے ہیں کہ تمام انسان برابر ہیں۔ وہ ہمیں سکھاتے ہیں کہ اللہ ایک ہے اور اُسی کی عبادت کرو۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر اُمیہ بن خلف کو غصہ چڑھ گیا اُس نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ کیا یہ سیاہ فام غلام میرے برابر ہوسکتا ہے؟ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ کے نزدیک تمام انسان برابر ہیں خواہ اُن کا تعلق کسی بھی نسل سے ہو اور اُن کا رنگ کچھ بھی ہو۔ اُمیہ بن خلف نے جب یہ سنا تو اُس کا غصہ مزید بڑھ گیا۔ اُس نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو پکارا اور حکم دیا کہ بلال (رضی اللہ عنہ) یہ کوڑا پکڑو اور اس کو ایک غلام اور رؤساءِ قریش کا فرق بتاؤ۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ناچار وہ کوڑا پکڑ لیا مگر وہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کا عزم اور استقلال دیکھ کر سکتے کی کیفیت میں آ گئے۔ آپ نے وہ کوڑا زمین پر پھینک دیا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دیکھیں تو میں سمجھ گیا کہ میرا گوہرِ مقصود دینِ اسلام ہے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہیں۔

اُمیہ بن خلف نے جب اپنے غلام کی نافرمانی دیکھی تو حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم میرے حکم کی نافرمانی کرتے ہو۔ اگر تمہیں بھی اس بات کا فخر ہے کہ تمام انسان برابر ہیں تو یاد رکھو کہ تمہارا خدا وہی ہے جو تمہارا مالک ہے۔ میرے غلام خانے میں کسی نئے خدا کی گنجائش نہیں ہے۔ اس کے بعد اُمیہ بن خلف نے آپ پر ظلم و ستم کی انتہاء کر دی۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے قبولِ اسلام کے بعد اُمیہ بن خلف نے اپنا یہ دستور بنا لیا کہ وہ روزانہ نصف النہار کو آپ کو قید خانے سے نکالتا اور جلتی ہوئی ریت پر لٹا کر سینے پر تپتی ہوئی چٹانیں رکھ دیتا۔ اس حالت میں آپ پر کوڑے برسائے جاتے اور کہا جاتا کہ وہ اُن کے خدا کو خدا تسلیم کرے۔ اُمیہ بن خلف کا یہ معمول آہستہ آہستہ بڑھتا چلا گیا اور گرم

ریت اور گرم چٹانوں کے ساتھ کوڑے برسائے جاتے۔ اُمیہ بن خلف کے ظلم وستم کے جواب میں آپ کی زبان پر صرف ایک ہی آواز ہوتی ''احد احد۔'' آپ کو کئی کئی روز تک بھوکا رکھا جاتا مگر اس سب کے باوجود بھی آپ کے عزم میں کسی بھی قسم کا فرق نہیں آیا۔

اُمیہ بن خلف آپ سے پوچھتا کہ بتا تیرا خدا کون ہے؟ آپ فرماتے کہ محمد (ﷺ) کا خدا میرا خدا ہے۔ آپ کا جواب سن کر اُمیہ بن خلف کو اور غصہ چڑھ جاتا اور وہ آگے سے کہتا کہ اس کا مطلب ہے تم ہمارے خداؤں کا انکار کرتے ہو۔ آپ فرماتے کہ حضرت محمد (ﷺ) امین ہیں اور اُن کا کہنا ہے کہ اللہ ایک ہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا۔ اُس وقت آپ کو گرم کنکریوں پر لٹایا گیا تھا اور وہ کنکریاں اتنی شدید گرم تھیں کہ اگر اُن پر گوشت کا ٹکڑا رکھ دیا جائے تو وہ ان کی گرمائش سے پک جائے۔ اس سب کے باوجود حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے منہ پر ایک ہی کلمہ جاری تھا ''احد احد۔''

اُمیہ بن خلف کے ظلم وستم کی وجہ سے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی کمر پر زخم بن گئے جن سے خون بہتا رہتا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب امیہ بن خلف مجھ پر تشدد کرتا تو میری زبان سے کلمہ ''احد احد'' جاری ہو جاتا۔ ایک مرتبہ اسی حالت میں ورقہ بن نوفل میرے پاس سے گزرے۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ خدا کی قسم! اگر تم اس حالت میں مر جاؤ تو ہم تمہاری قبر کو اپنے لئے رحمت کا وسیلہ بنائیں گے۔ پھر اُنہوں نے اُمیہ بن خلف کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ خدا کی قسم! اگر تو اس کو مارے گا تو میں اس کی قبر پر روضہ تعمیر کروں گا۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں قبول اسلام سے پہلے حج کی غرض سے مکہ گیا۔ میں نے مکہ میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے گلے میں ایک لمبی رسی تھی جسے بچوں نے پکڑ رکھا تھا اور نہایت بری طرح کھینچتے تھے۔ اس حالت میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی زبان سے صرف ایک ہی کلمہ جاری تھا ''احد احد۔''

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ دمشق میں قیام کے دوران فرماتے تھے کہ مجھے وہ دن یاد ہے جب میں جوان ہوا اور بازار میں پہلی بار بکنے کے لئے آیا۔ میں غلام ابن غلام بننے والا تھا۔ پھر اس کے بعد مجھے کئی مرتبہ خریدا اور فروخت کیا گیا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی آزمائش کا دور بالآخر ختم ہوا۔ اُمیہ بن خلف آپ کو ایک کھلے میدان میں لے گیا اور مضبوطی کے ساتھ لکڑی کے کھمبے سے باندھ دیا اور کوڑے برسانا شروع ہو گیا۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے منہ سے ''احد احد'' کی آواز آنا شروع ہو گئی۔ اُمیہ بن خلف کوڑے برساتا گیا۔ ایک کے بعد ایک مسلسل کوڑے پڑتے گئے۔ اس دوران حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنے چہرے کو آسمان کی جانب اٹھا دیا۔ کوڑوں کو ختم نہ ہونے والا سلسلہ جاری تھا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ روزانہ آتے جاتے یہ منظر دیکھتے۔ وہ اکثر سوچا کرتے کہ کس طرح میں بلال (رضی اللہ عنہ) کو ان کے مظالم سے چھڑواؤں۔ ایک دن بالآخر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُمیہ بن خلف کو کہا کہ تم کب تک اس مظلوم پر ظلم ڈھاتے رہو گے؟ اُمیہ بن خلف نے جواباً کہا کہ اگر تمہیں اس پر زیادہ ترس آ رہا ہے تو تم اس کو خرید لو۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فوراً تیار ہو گئے اور اُس سے قیمت دریافت کی۔ اُمیہ بن خلف نے دوسو درہم مانگے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دوسو درہم ادا کر دیئے اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا۔ یوں حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی آزمائش کا دور ختم ہوا۔

✧✧✧

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں حاضری

دوسرے روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

حضور نبی کریم ﷺ اُس وقت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ جب آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ جو کہ اُس وقت ابھی کمسن تھے اُنہوں نے آپ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ کیوں روتے ہیں؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: علی (رضی اللہ عنہ)! یہ وہ شخص ہے جسے اللہ کی خوشنودی حاصل ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگالیا اور فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ)! جب تک یہ دنیا قائم ہے یہ بات ہمیشہ یاد رکھی جائے گی کہ راہِ اسلام میں اذیتیں اور تکلیفیں برداشت کرنے والے تم پہلے شخص ہو۔

اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں چٹائی پر اپنے پاس بٹھالیا۔ یہ وہ وقت تھا جب حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ سفر شروع ہوا جو کہ عرصہ بائیس برس تک جاری رہا۔ اس دوران اُم المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیاں بھی تشریف لے آئیں۔ اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دودھ کا گلاس پلایا۔ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا نے کھجوروں کی ٹوکری لاکر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کی اور حضور نبی کریم ﷺ کھجوروں کو دباکر حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دینے لگے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تم اللہ کو کیسے جانتے ہو؟ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میرا دل اُس کی گواہی دیتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلال (رضی اللہ عنہ)! میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور مجھے علم ہے کہ اللہ تک رسائی کا راستہ دین اسلام ہے۔ اسلام کا مطلب یہ ہے کہ تمام انسان برابر ہیں۔ انسانوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ اللہ کو تلاش کرنے کا راستہ اُس کی حمد وثناء ہے۔ اللہ تعالیٰ خود بندے کو تلاش کرتا ہے اور ایمان بندے کی صفت نہیں بلکہ اللہ کا انعام ہے۔

یہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی ملاقات تھی۔ اس کے بعد حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی تمام زندگی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کر دی۔ سکھ ہو یا دُکھ، سفر ہو یا حضر، وعظ و تبلیغ ہو یا جنگ کا میدان آپ ہمیشہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔ آپ کو خادمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔

علم کا حصول

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں باقاعدہ حاضری دینا شروع کر دی۔ اس دوران میرا قیام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مکان میں رہا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے تمام آسائشیں مہیا کیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے میزبان سے زیادہ میرے خادم تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ صبح اٹھ کر نماز پڑھتے اور اس کے بعد بکریوں کا دودھ دوہتے۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یوں تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ شفیق اور مہربان تھے مگر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مزاج سب سے جدا تھا۔ آپ کا مزاج نہایت دھیما تھا اور نہایت ہی بھلے مانس انسان تھے۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دمشق میں قیام کے دوران اپنا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا تعلق بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شکریہ ادا کیا کہ اُنہوں نے مجھے خرید کر آزاد کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے میری بات سن کر فرمایا کہ یہ تمہارا احسان ہے کہ تمہاری آزادی کا شرف مجھے حاصل ہوا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اپنی آزادی کے لئے رقم میں نے ہی انہیں دی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو لکھنا پڑھنا شروع کر دیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر روز کھجور کا ایک قلم تراش بنا کر حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دیتے اور حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اس سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی معیت میں لکھنے

کی کوشش کرتے۔ ایک دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے سیاہی میں لتھڑے ہاتھ دیکھے تو اُن کو چوم لیا اور فرمایا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالیشان ہے کہ طالب علم کی سیاہی شہید کے خون سے زیادہ قیمتی ہے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا تو میں اُس وقت اٹھا اور اپنے دونوں ہاتھ سیاہی کے برتن میں ڈبو دیئے اور پھر انہیں سیاہی کے برتن سے نکالنے کے بعد کافی دیر تک انہیں دیکھتا رہا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ آزادی کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر پر ہی قیام پذیر رہے۔ آپ صبح سویرے اٹھ کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بجالاتے۔ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹاتے اور پانی کے مشکیزے بھر بھر کر لاتے۔ فارغ اوقات میں آپ' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہ کر دین اسلام اور ارشادِ باری تعالیٰ سے آگاہی حاصل کرتے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی۔ یہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی محنت شاقہ تھی کہ کچھ ہی عرصہ میں حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ پڑھنا لکھنا سیکھ گئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قبولِ اسلام

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا واقع حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ طویل القامت تھے اور اپنے غصہ میں مشہور تھے۔ آپ نے ابتداء میں دعویٰ کیا کہ میں ایک ہی ضرب میں قریش مکہ کی تمام پریشانیاں دور کردوں گا۔ جس وقت انہوں نے یہ اعلان کیا اُس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دارارقم میں موجود تھے۔ جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے نکلے تو راستے میں کسی نے اُن کو بتایا کہ تمہاری بہن اور بہنوئی بھی اسلام قبول کر چکے ہیں۔ وہ بجاے دارارقم آنے کے اپنی بہن کے گھر چلے گئے۔

جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی بہن کے گھر داخل ہوئے اُس وقت آپ کی بہن اور بہنوئی تلاوت کلامِ پاک میں مصروف تھے۔ اُنہوں نے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو کلامِ پاک کے اوراق چھپا لئے۔ وہ اُس وقت سورۂ طٰہٰ کی تلاوت میں مصروف تھیں۔ آپ نے گھر میں داخل ہوتے ہی کہا کہ تم لوگ کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن اور بہنوئی دونوں نے کہا کہ کچھ نہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم دونوں نے اسلام قبول کرلیا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے بہنوئی کو تھپڑ رسید کردیا۔ بہن جب اپنے خاوند کو بچانے کے لئے آگے بڑھیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن کو بھی تھپڑ رسید کردیا جس سے وہ گر پڑیں اور اُن کا سر لہولہان ہو گیا۔ جب آپ نے اپنی بہن کا خون دیکھا تو بہن اور بہنوئی سے کہا کہ مجھے بھی وہ سناؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ آپ کے بہنوئی نے

سورۂ طٰہٰ کی تلاوت شروع کی اور جب وہ اس آیت پر پہنچے جس کا مفہوم تھا

''بے شک میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی دوسرا عبادت کے لائق نہیں اس لئے تم میری عبادت کرو اور میری ہی یاد میں نماز پڑھو۔''

تو آپ نے فرمایا کہ کس قدر اچھا اور عظمت والا کلام ہے۔ اس کے بعد آپ کے قلب پر رقت طاری ہوگئی۔ آپ نے اپنے بہنوئی سے فرمایا کہ تم مجھے اسی وقت حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں لے چلو۔ آپ کے بہنوئی نے آپ سے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ اس وقت دارِارقم میں صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ساتھ موجود ہیں تم وہاں چلے جاؤ۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو کہ بہن کے گھر برہنہ تلوار لئے داخل ہوئے تھے اُسی حالت میں دارِارقم روانہ ہوگئے۔ میں نے جب آپ کو دارِارقم کی جانب آتا دیکھا تو دوڑ کر دروازہ بند کرلیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا تو میں نے عرض کی عمر (رضی اللہ عنہ) آرہا ہے اور اُس کے ہاتھ میں برہنہ تلوار ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ بلال (رضی اللہ عنہ)! تم اللہ سے ڈرو اور اُس کے سوا کسی سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ نبی کے دروازے ہر ایک لئے کھلے رہتے ہیں۔ چنانچہ میں نے دروازہ کھول دیا۔

جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دارِارقم کے دروازے پر پہنچے تو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم بھلائی کے ارادے سے آئے ہو تو ہم بھی تمہارے ساتھ بھلائی کریں گے اور اگر تم بُرائی کے ارادے سے آئے ہو تو میں تمہاری ہی تلوار سے تمہارا سر قلم کردوں گا۔ اس کے بعد اُنہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اندر بلالیا۔ جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ آگے بڑھے اور اُن کا دامن جھٹک کر بولے!

''کیوں عمر (رضی اللہ عنہ) کس ارادے سے آئے ہو؟''

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سر سے پاؤں تک کانپ اُٹھے اور اُن کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر پڑی۔ جب اُن کی کیفیت کچھ دیر بعد بحال ہوئی تو اُنہوں نے حضور نبی

کریم ﷺ سے معافی طلب کی اور عرض کی کہ میں آج سے اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد رسول اللہ (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے منہ سے یہ الفاظ سنے تو والہانہ نعرۂ تکبیر بلند کیا جس کے جواب میں صحابہ کرام نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا جس سے ابوقبیس کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اسلام لانے والے چالیسویں فرد تھے۔ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کا چشم دید گواہ ہوں۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے متعلق حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ باری تعالیٰ! عمر ابن خطاب یا عمر ابن ہشام دونوں میں سے ایک ذریعے اسلام کو تقویت پہنچا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعے اسلام کو تقویت بخشی۔

❖❖❖

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آزمائش

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ جن دنوں دمشق میں قیام پذیر تھے اُن دنوں آپ نے اپنے مکہ کے شب و روز کو بیان کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آزمائش کا بھی ذکر کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جس وقت قریش کے سرداروں نے دیکھا کہ اسلام کا غلبہ آہستہ آہستہ بڑھتا جا رہا ہے تو اُنہوں نے اُن لوگوں پر جو کہ اسلام قبول کر چکے تھے تنگ کرنا شروع کر دیا۔ قریش کے مظالم سے وہ لوگ زیادہ تنگ تھے جن کا کوئی والی وارث نہیں تھا۔ ان لوگوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کسی قسم کی اذیت دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا شمار اسلام لانے سے پہلے مکہ کے بااثر لوگوں میں ہوتا تھا۔ لوگ آپ کی بے حد عزت کرتے تھے لیکن جب آپ نے اسلام قبول کیا وہی لوگ آپ کے دشمن ہو گئے۔ ان لوگوں نے آپ کو تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ قریش کے سردار آپ سے اس لئے بھی خائف تھے کہ آپ کی تبلیغ سے بہت سے لوگ مسلمان ہو رہے تھے۔ ان لوگوں نے آپ کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ پر حملہ کروایا اور آپ دونوں حضرات کو پکڑ کر رسیوں میں جکڑ کر بازار میں پھنکوا دیا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا سابقہ مالک اُمیہ بن خلف بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خائف تھا اس لئے وہ بھی آتے جاتے آپ پر طعنے کستا اور آپ کو تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے وہ دن بڑی آزمائش کے دن تھے مگر آپ نے پھر بھی صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

مکہ سے ہجرت

جب مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر کفار کے ظلم و ستم میں اضافہ ہو گیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کا فیصلہ کیا۔ ہجرت کا واقعہ نبوت کے تیرہویں سال میں پیش آیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے لئے مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی ٹولیاں تشکیل دیں اور ہر ٹولی کا ایک قائد مقرر کیا۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بھی ایک ٹولی کا قائد مقرر کیا گیا۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو جس ٹولی کا قائد مقرر کیا گیا اُس ٹولی میں چھ مرد، دو عورتیں اور تین بچے شامل تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب سابق خود مکے کی حدود تک ساتھ جا کر رخصت کیا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اپنی ہجرت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ مکہ سے مدینہ کا فاصلہ قریباً دس دن کا ہے۔ سخت گرمی کے دن تھے جس وقت ہجرت کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ دن صحرائی سفر کے لئے بُرے دن ہوتے ہیں۔ اللہ عزوجل کا شکر تھا کہ کوئی صحرائی طوفان نہ آیا اور کسی نے ہمارا پیچھا بھی نہ کیا۔ بالآخر ہم عازمِ مدینہ ہوئے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں یہ قافلہ مدینہ منورہ پہنچ کر حضرت سعد بن خثیمہ انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر پر قیام پذیر ہوا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی کیفیت میں مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد بے قراری مزید بڑھ گئی کیونکہ حضور نبی کریم رضی اللہ عنہ ابھی تک مکہ مکرمہ میں ہی موجود تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جب تک تمام مسلمان مکہ سے مدینہ نہیں پہنچ جاتے وہ تب تک ہجرت نہیں کریں گے۔ بالآخر انتظار کی یہ گھڑیاں ختم ہوئیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر ساتھیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ پہنچے۔

جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ مدینہ میں داخل ہوا تو لوگوں کا ایک ہجوم استقبال کے لئے موجود تھا۔ ہر شخص کی خواہش تھی کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے گھر میں قیام پذیر ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اونٹنی جس کے گھر رُکے گی میں اُس کے گھر میں قیام کروں گا۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے رُکی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر پر قیام فرمایا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے مدینہ کا نام یثرب تھا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام مدینہ میں تشریف لائے تو اُن کو مختلف بیماریوں نے گھیر لیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ تینوں ایک ہی مکان میں سکونت پذیر تھے۔ تینوں صحابہ کو بیک وقت بخار ہو گیا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس وقت ہم ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے اُس وقت مدینہ منورہ مختلف وبائی بیماریوں کا گھر تھا۔ یہاں کا پانی بدبودار اور بدمزہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کئی صحابہ کرام بیمار ہو گئے۔ مجھے جب پتہ چلا کہ میرے والد محترم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ جو کہ ایک ہی مکان میں قیام پذیر تھے بیمار ہو گئے ہیں تو میں اُن کی عیادت کے لئے تشریف لے گئی۔ سب سے پہلے میں اپنے والد محترم کے پاس گئی اور اُن سے اُن کا حال دریافت کیا۔ اُنہوں نے مجھ سے فرمایا!

''ہر آدمی اپنے اہل خانہ کے ساتھ صبح کرتا ہے اور اُس کی جوتی کے تسمہ سے زیادہ موت اُس کے قریب ہے۔''

اس کے بعد اُن پر غشی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد میں حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس گئی تو وہ با آوازِ بلند یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

''کاش کبھی وہ وقت آئے کہ میں وادی میں رات بسر کروں گا اور
میرے اردگرد اذخر اور جلیل کے خوشبودار گھاس ہوں گے۔ کیا کبھی
ایسا ہوگا کہ میں مجنہ کے چشمے پر ظاہر ہوں گا اور کسی ایسی جگہ پر اُتروں
گا جہاں سے مجھے طفیل اور شامہ کے پہاڑ پر نظر آرہے ہوں گے۔''

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ کی بھی یہی کیفیت تھی۔ میں نے سارا ماجرا جا کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی جس کی برکت سے اللہ عزوجل نے تمام موذی اور وبائی بیماریوں کو مدینہ منورہ سے اٹھالیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! جو عزت و برکت تو نے مکہ کو دی ہے اُس سے دوگنی عزت و برکت اس شہر (مدینہ) کو عطا فرما۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ سے بے حد پیار تھا۔ گو کہ مکہ مکرمہ میں گزارے دن اُن کی غلامی کے دن تھے جن کو ہر شخص بلانا چاہتا ہے مگر آپ پھر بھی اکثر اُن دنوں کو یاد کیا کرتے تھے حالانکہ آپ کو مدینہ منورہ میں ہر طرح کی آسائش حاصل تھی۔

مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے آگے رُکی تھی اس لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہیں قیام کیا۔ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے ایک کھلا احاطہ تھا۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ جگہ کس کی ملکیت ہے تو معلوم ہوا کہ یہ جگہ دو بچوں حضرت سہل رضی اللہ عنہ اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہ کی ملکیت ہے اور انؓ کے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ آپ نے ان دونوں بچوں کو بلایا اور اُن سے جگہ کی قیمت دریافت کی۔ اُن بچوں نے کہا کہ ہم یہ جگہ آپ کو نذر کرتے ہیں ہمیں اس کا کچھ معاوضہ درکار نہیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی بات سن کر خوشی کا اظہار کیا مگر پھر بھی انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی مدد سے اس کی قیمت ادا کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جگہ دس مثقال میں خریدی۔ اس جگہ کی قیمت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق جگہ خریدنے کے اگلے روز سے ہی تمام صحابہ نے مل کر یہاں پر مسجد کی تعمیر کا کام شروع کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نیزے سے مسجد کی حدود کی نشانی لگائی جس کے اندر مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی صحابہ کرام کے ساتھ مل کر مسجد کی تعمیر میں برابر کے شریک تھے۔ مسجد کی تعمیر میں کچی اینٹ اور گارے کا استعمال کیا گیا۔

مدینہ کے چھوٹے چھوٹے بچے بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی مدد کے لئے آن پہنچے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی کام کرتے یہ بچے آپ کے ساتھ ہو لیتے۔ یہ بچے بجائے مدد کے کام کو بگاڑ دیتے تھے مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منع نہ فرماتے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ بچے کام کو مزید بگاڑ رہے ہیں تو اُنہوں نے بچوں کو منع

کرنے کی کوشش کی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا کہ دیکھو بلال (رضی اللہ عنہ) اکیلا کام کر رہا ہے۔ یہ سننا تھا کہ تمام بچے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے گرد جمع ہو گئے اور اُن کو بچوں سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے جب حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی یہ حالت دیکھی تو مسکرا دیے۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو درخت پر چڑھ کر اپنی جان بچوں سے بچانا پڑی۔

❖❖❖

بلال رضی اللہ عنہ بحیثیت مؤذن

جس وقت مسجد نبوی ﷺ کی تعمیر مکمل ہوگئی تو تمام صحابہ حضور نبی کریم ﷺ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ ہر کوئی مسجد کی تعمیر میں تبصرہ کرنے لگا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے خیال میں مسجد میں ایک چیز کی کمی ہے۔ سب اُن کی طرف متوجہ ہوئے تو اُنہوں نے فرمایا کہ چھت پر کچھ ایسا انتظام ہونا چاہئے جس سے لوگوں کو نماز کے لئے بلایا جاسکے۔ صحابہ کرام نے جس وقت یہ بات سنی تو اس بارے میں بحث مباحثہ شروع ہوگیا۔ ایک صحابی نے رائے دی کہ مسجد کے دروازے پر نماز کے وقت جھنڈا لگا دیا اور نماز کے بعد اُتار لیا جائے۔ ایک صحابی نے کہا کہ عیسائیوں کی طرح گھنٹی بجائی جائے۔ ایک صحابی نے کہا کہ یہودیوں کی طرح سنکھ بجایا جائے۔ ایک صحابی نے کہا کہ مجوسیوں کی طرح نماز کے وقت آگ روشن کی جائے۔ غرضیکہ ہر کوئی اپنا مشورہ دے رہا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ تمام صحابہ کی باتیں سن رہے تھے۔ اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رائے دی کہ جب نماز کا وقت ہو تو ایک شخص باآوازِ بلند نماز کا اعلان کرے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس تجویز کو پسند کیا اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ نماز کے وقت کا اعلان کریں۔ اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ حضرت عبداللہ بنِ زید انصاری رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے اُس خواب کی بابت بتانا شروع کیا جو اُنہوں نے رات کو سوتے میں دیکھا تھا۔

حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ اُنہوں نے خواب میں ایک

شخص کو دیکھا جس نے سبز رنگ کے کپڑے پہن رکھے تھے اور اُس کے ہاتھ میں ناقوس تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ اے اللہ کے بندے! کیا تم یہ ناقوس مجھے بیچو گے؟ اُس نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم اس کا کیا کرو گے؟ میں نے اُس سے کہا کہ اس سے میں لوگوں کو نماز کے لئے بلاؤں گا۔ اُس نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں لوگوں کو نماز کے لئے بلانے کا اس سے اچھا طریقہ کیوں نہ بتاؤں؟ میں نے اُس سے وہ طریقہ دریافت کیا تو اُس نے مجھے یہ الفاظ سکھائے۔

اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر
اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر
اشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ
اشھدان لا الٰہ الا اللّٰہ
اشھدان محمدّ رسول اللّٰہ
اشھدان محمدّ رسول اللّٰہ
حیّ علی الصلوٰۃ
حیّ علی الصلوٰۃ
حیّ علی الفلاح
حیّ علی الفلاح
اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر
لا الٰہ الا اللّٰہ

حضور نبی کریم ﷺ نے جب یہ خواب سنا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس طرح کا ایک خواب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی پہلے آپ سے بیان کر چکے تھے۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ یہ الفاظ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دیں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نے اذان کے یہ الفاظ حضرت سیدنا

بلال رضی اللہ عنہ کو سکھا دیئے۔

اس دوران جب نماز کا وقت ہوا تو حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملحقہ ایک عورت کے مکان کی چھت پر چڑھ گئے اور با آوازِ بلند اذان دینا شروع کی۔ اسلام کی یہ پہلی اذان تھی جو حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کہی اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اسلام کے پہلے مؤذن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کے مکمل ہونے کے بعد حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

''بلال (رضی اللہ عنہ)! تم نے میری مسجد مکمل کردی۔''

پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو سمجھایا کہ جب تم اذان کہو تو ٹھہر ٹھہر کر کہو اور جب اقامت پڑھو تو جلدی جلدی پڑھا کرو۔ نیز اذازن پڑھتے وقت اپنی شہادت کی انگلیاں کانوں میں ڈال لیا کرو۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اذان کہنے کے بعد میں نے دو نفل شکرانے کے ادا کئے اور یہ میرے لئے ایسے لمحات تھے کہ گویا مجھے اپنی زندگی کا مقصد حاصل ہو گیا۔

اذان کا آغاز ۲ ہجری میں ہوا۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ جب نماز کا وقت ہوتا تو اپنی خوش الحان آواز سے لوگوں کو نماز کے لئے پکارتے تو لوگ والہانہ نماز کے لئے دوڑے آتے۔ ایک مرتبہ سردیوں کے دنوں میں شدید سردی کی رات حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی تو سوائے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی مسجد میں تشریف نہ لایا۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے دوبارہ اذان کہی مگر پھر بھی کوئی نہ آیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر دعا کی کہ باری تعالیٰ! سردی کا زور ختم کردے۔ چنانچہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی بدولت سردی کا زور ختم ہو گیا۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا لوگ دستی پنکھوں سے ہوا حاصل کرتے ہوئے مسجد کی طرف رُخ کرنے لگے۔

❖❖❖

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ بحیثیت وزیر خزانہ

حضور نبی کریم ﷺ کی مدینہ منورہ آمد سے پہلے یہاں کسی کی بھی حکومت نہ تھی۔ مدینہ منورہ میں مختلف قبائل آباد تھے جو کہ ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ آمد کے بعد سب سے پہلے تمام قبائل کے سرداروں سے ملاقاتیں کیں اور اُنہیں ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنے پر آمادہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے تمام سرداروں کی ایماء پر شہر کے سربراہِ اعلیٰ کا منصب قبول کیا۔ سربراہِ اعلیٰ کے منصب کی حیثیت سے حضور نبی کریم ﷺ نے ایک دستور مرتب کیا جس پر سب قبائل نے اتفاق کیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے کاروبارِ زندگی کے اصول مرتب کئے۔ کاتبوں کو اکٹھا کیا گیا جن کا کام وحی کو تحریر میں لانا اور دیگر اُمور وکوائف کا تحریر کرنا تھا۔ اس مقصد کے لئے مسجد نبوی ﷺ کو صدر دفتر کی حیثیت دی گئی۔

جب مسجد نبوی ﷺ کو صدر دفتر کی حیثیت دی گئی اُس وقت مسجد نبوی ﷺ لوگوں کے لئے ناکافی ہوگئی کیونکہ دور دراز سے لوگ صرف اس ارادے سے مسجد نبوی ﷺ میں نماز کے لئے حاضر ہونے لگے تھے کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی امامت میں نماز ادا کریں۔ اس سارے عرصہ میں حضور نبی کریم ﷺ کا قیام ابھی تک حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر پر ہی تھا۔

مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کے ساتھ ساتھ اس میں چار حجرے بھی تعمیر کئے گئے جن میں سے ایک حجرہ سرکاری خزانہ کے لئے بنایا گیا۔ باقی تین حجروں میں سے ایک حجرے میں حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں حضرت بی بی اُم کلثوم رضی اللہ عنہا اور حضرت بی بی

فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رہائش، ایک حجرے میں اُم المؤمنین حضرت سودا رضی اللہ عنہا کی رہائش اور ایک حجرے میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رہائش کا انتظام کیا گیا۔

جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعمیر مکمل ہوگئی تو حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اسلامی مملکت کا پہلا وزیر خزانہ مقرر کیا گیا اور ان کو نو تعمیر شدہ حجرہ جو کہ آمدی اور حساب کتاب کے لئے وقف تھا دیا گیا۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو جب وزیر خزانہ کا منصب سونپا گیا تو آپ گھبرا گئے مگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا جس سے رفتہ رفتہ آپ کی پریشانی دور ہونا شروع ہوگئی۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب مجھے وزیر خزانہ کا منصب سونپا گیا تو ابتداء میں میرے لئے مشکلات بہت زیادہ تھیں۔ آمدنی کے ذرائع محدود تھے اور یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ آمدنی کیسے ہوگی؟ البتہ خرچ کی جانے والی رقم وسیع تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق غریبوں، بیواؤں اور محتاجوں کی امداد کی جاتی۔ اصحابِ صفہ کی کفالت، مختلف سرکاری اُمور کے اخراجات، مسافروں کی دیکھ بھال، سرکاری مہمانوں کی مہمان نوازی، سرکاری اُمور پر مقرر افراد کی تنخواؤں اور اس کے علاوہ مختلف غزوات اور سرایہ کے اخراجات تھے۔ ہماری آمدنی بے حد محدود تھی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ تمام اُمور بخوبی سرانجام پاتے رہے۔ پھر آہستہ آہستہ فتوحات کا دروازہ کھل گیا اور مالِ غنیمت سرکاری خزانے میں آنا شروع ہوگیا۔

۞۞۞

اصحابِ صفہ اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

وہ مہاجرین جن کے بیوی بچے نہ تھے اور اُن کی رہائش مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحن میں واقع چبوترہ ''صفہ'' پر تھی جس پر سائبان کی ایک چھت پڑی ہوئی تھی اصحابِ صفہ کہلائے۔ اصحابِ صفہ مجرد تھے اور ان کے کفالت کی ذمہ داری خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اٹھا رکھی تھی۔ اصحابِ صفہ دن کو روزے رکھتے اور رات کو عبادت کرتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے۔ ان اصحاب نے اپنی زندگیاں دین اسلام کے لئے وقف کر رکھی تھیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جو بھی نذر نیاز آتی وہ آپ ان میں تقسیم فرما دیتے تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر اصحابِ صفہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

> ''میں تمہیں اس بات کی خبر دیتا ہوں کہ میری اُمت میں جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملے گا کہ اُس کا حال تمہارے حال سے مطابقت رکھتا ہوگا اور وہ اپنے اس حال پر راضی ہوگا تو اُسے جنت میں داخل کیا جائے گا۔''

اصحابِ صفہ کی تعداد میں رفتہ رفتہ اضافہ ہوتا چلا گیا اور ایک وقت میں ان کی تعداد چار سو کے قریب ہوگئی۔ اصحابِ صفہ دن کے وقت جنگل میں جا کر لکڑیاں بھی کاٹتے اور ان کو فروخت کر کے اپنی ضروریاتِ زندگی کا سامان کرتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی جگہ کوئی مبلغ بھیجنا ہوتا تو آپ اصحابِ صفہ میں سے کسی مبلغ کا انتخاب فرماتے۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی چبوترہ ''صفہ'' پر رہائش پذیر تھے اور آپ کا زیادہ

وقت اسی چبوترے پر گزرتا تھا۔ گو آپ کا زیادہ تر وقت حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گزرتا تھا اور آپ حضور نبی کریم ﷺ کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے تھے۔ اس کے باوجود آپ کمال کے عبادت گزار تھے اور تجرد رہنا پسند فرماتے تھے۔ توکل الی اللہ کا مرتبہ کمال پر تھا اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس حال میں بھی رکھا ہمہ تن شکر گزار رہے۔ اگر آزمائش کی گھڑی آئی تو اُس پر بھی صبر کیا اور اگر انعام واکرام کی بارش ہوئی تو اُس پر سربسجود ہو گئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا!

''اے بلال (رضی اللہ عنہ)! ہمیشہ فقر اور غربت کی حالت میں زندگی بسر کرنا اور جب تمہیں موت آئے تو اسی حالت میں اپنی جان کو جانِ آفریں کے سپرد کرنا۔''

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کا شمار حضور نبی کریم ﷺ کے جانثار صحابہ میں ہوتا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک مرتبہ صحابہ کی مجلس میں فرمایا!

''بلال (رضی اللہ عنہ) کس قدر اچھا ہے کہ تمام مؤذنوں کا سردار ہے۔''

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر نبی کو سات نجیب اور رفیق عطا کئے گئے جب کہ مجھے چودہ نجیب اور رفیق عطا کئے گئے۔ ہم نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) تم، تمہارے دونوں فرزند حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ، جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، عمر فاروق رضی اللہ عنہ، مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ، سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، مقداد رضی اللہ عنہ، حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ۔

پیکر محبت ووفا

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ پیکر محبت و وفا تھے۔آپ ہمہ وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے۔امن ہو یا جنگ ایک خادم اور ایک محافظ کی طرح ہمیشہ اپنی جان نچھاور کرنے کے لئے تیار رہے۔آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے در پر کھڑے رہتے تاکہ احکامات کی بروقت تکمیل کر سکیں۔آپ کا شمار حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشقوں میں ہوتا ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں قرار پاتے۔اگر کسی صحابی کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی حاجت ہوتی تو اُس کی ملاقات پہلے آپ سے ہوتی کیونکہ آپ کا ٹھکانہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرے کا دروازہ تھا۔آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ سے بھی بے پناہ محبت تھی۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ بھی آپ سے شفقت کا سلوک روا رکھتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا اذان و اقامت کے نمازِ عید پڑھائی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے کھڑے ہوئے۔آپ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ کھڑا کیا اور اُن سے ٹیک لگا لی۔اس کے بعد حمد و ثناء بیان کی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ کے بعد ہمیں اللہ عزوجل کی محبت اور اُس کی فرمانبرداری کی تلقین کی اور اللہ عزوجل کے احکام یاد کرائے۔اس کے بعد آپ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر عورتوں کے قریب تشریف لے گئے اور عورتوں کو بھی اللہ عزوجل کے احکام یاد کرائے اور انہیں اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا۔

خادمِ رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم' حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے شب و روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت کی خدمت و اطاعت میں بسر ہوتے۔ حجتہ الوداع کے موقع پر حضور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ کی مہار حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ہی تھام رکھی تھی۔ آپ کی محبت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جب آپ پر وقت نزع طاری ہوئی اور وصال کا وقت قریب آیا تو آپ کی اہلیہ جو کہ آپ کے سرہانے بیٹھی تھیں نے فرمایا کہ ہائے یہ کیسا غم ہے؟ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ نہیں یہ تو کتنی خوشی کی بات ہے کہ میں اپنے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام سے ملنے والا ہوں۔ جس وقت آپ کے وصال کی خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ملی تو آپ نے فرمایا!

''بلال (رضی اللہ عنہ) ہمارا سردار تھا اور آج ہمارا سردار فوت ہو گیا۔''

غزوۂ بدر اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا مقصد یہ تھا کہ کفار کے ظلم و ستم حد سے بڑھ گئے تھے اور اس طرح کے تنگ نظر ماحول میں دین اسلام کی بڑھوتری ممکن نہ تھی۔ صحابہ کرام اپنے گھر بار اور جائیدادیں سب مکہ مکرمہ میں چھوڑ کر مدینہ منورہ آئے تھے لیکن کفارِ مکہ نے اُن کو مدینہ منورہ میں بھی چین سے نہ رہنے دیا۔ قریش کے سرداروں نے مدینہ کے حاکم عبداللہ بن ابی بن سلول کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا جس میں تحریر تھا کہ اگر تم نے ہمارے باغیوں کو مدینہ منورہ سے جلد نہ نکالا تو ہم تم پر حملہ کر کے تمہیں تباہ کر دیں گے اور تمہارے مال و مویشی کے ساتھ ساتھ تمہاری عورتوں پر بھی قبضہ کر لیں گے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے سابقہ مالک اُمیہ بن خلف کی اور حضرت سعد بن معاذ خزرجی رضی اللہ عنہ کے درمیان زمانہ جاہلیت سے ہی دوستانہ مراسم قائم تھے۔ حضرت سعد بن معاذ خزرجی رضی اللہ عنہ جب بھی مکہ مکرمہ جاتے تو اُن کا قیام اُمیہ بن خلف کے گھر ہوتا اور اُمیہ بن خلف جب بھی مدینہ منورہ میں آتا تو اُس کا قیام حضرت سعد بن معاذ خزرجی رضی اللہ عنہ کے گھر ہوتا تھا۔ حضرت سعد بن معاذ خزرجی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور اُمیہ بن خلف کے گھر پر جا کر ٹھہرے۔ رات کے وقت آپ نے اُمیہ بن خلف سے کہا کہ تم مجھے ایک وقت میں طوافِ کعبہ کروا دو جس وقت حرم خالی ہو۔ چنانچہ اُمیہ بن خلف' آپ کو دوپہر کے وقت لے کر حرم کی جانب چل دیا۔ حرم کے دروازے پر ابوجہل نے اُمیہ بن خلف کو دیکھ کر ٹوکا کہ اب تم ہمارے دین کے بھٹکے ہوؤں کو پناہ دو گے اور ان کو طوافِ کعبہ کرواؤ گے۔ بخدا! اگر یہ تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو ہم اس کو ابھی مار دیتے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ تم نے مجھے طوافِ کعبہ سے روکا ہے اللہ کی قسم! میں تمہاری وہ چیز روک دوں گا جو تمہارے لئے شدید تر ہوگی اور میں تمہارے کسی بھی تجارتی قافلے کو مدینہ منورہ کے نزدیک سے بھی نہیں گزرنے دوں گا۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا یہ جواب سن ابوجہل کو شدید غصہ آ گیا۔ اُمیہ بن خلف نے جب ابوجہل کا چہرہ دیکھا تو اُس نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ تم اس سے سخت کلامی نہ کرو یہ رئیس مکہ ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اُمیہ بن خلف کی بات سن کر فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ عنقریب تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اُمیہ بن خلف نے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو اُس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ اُس نے آپ سے پوچھا کہ مجھے کہاں قتل کیا جائے گا؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس بارے میں مجھے معلوم نہیں۔ اُمیہ بن خلف نے گھر جا کر اپنی بیوی کو ساری بات بتائی اور کہا کہ اگر یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فرمان ہے تو وہ کبھی جھوٹ نہیں بولتے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی خبر ہوئی کہ کفارِ مکہ کا ایک قافلہ شام سے صحابہ کرام کے غصب شدہ مال سے تجارت کر کے واپس آ رہا تھا۔ کفارِ مکہ کا قافلہ مدینہ منورہ سے ستر میل کے فاصلے سے گزرا۔ اس قافلے کا سردار ابوسفیان تھا۔ کفارِ مکہ نے ایک ہزار افراد پر مشتمل لشکر کو ابوسفیان کی مدد کے لئے روانہ کیا۔ اس لشکر کی قیادت ابوجہل کر رہا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کفارِ مکہ کے اس ارادے کی خبر ہوئی تو آپ بھی اپنے تین سو تیرہ جانثاروں کے ہمراہ مدینہ منورہ سے نکل پڑے۔ دونوں لشکروں کا آمنا سامنا بدر کے مقام پر ہوا جہاں دونوں لشکر خیمہ زن ہوئے۔

مسلمانوں کے پاس صرف ستر اونٹ' دو گھوڑے' سات زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں جبکہ کفارِ مکہ کے پاس سات سو پچاس اونٹ' ایک سو گھوڑے' وافر تلواریں اور زرہ بکتر کے علاوہ سر پر پہننے والے فولادی خول بھی تھے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو شروع سے ہی شمشیر زنی کا شوق نہ تھا۔ حضرت

امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بڑی کوشش کی کہ آپ تلوار چلانی سیکھ لیں مگر آپ تلوار چلانا نہ سیکھ سکے حالانکہ آپ قد آور تھے اور قد وقامت کے ساتھ جسم میں طاقت بھی بھرپور تھی مگر پھر بھی آپ تلوار چلانا نہ سیکھ سکے۔ غزوۂ بدر سے کچھ عرصہ پہلے تک بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کو تلوار چلانے کی مشق کراتے رہے مگر آپ نہ کر پائے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بھی اُس وقت موجود تھے اُنہوں نے آپ کے قدموں کی تعریف کی مگر کہا کہ تمہارے بازو تمہاری ٹانگوں کے ساتھ نہیں چلتے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ شمشیر زنی نہیں کر سکیں گے اس لئے آپ نے مجاہدین کے لشکر کا انتظام حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیا جسے آپ نے بخوبی نبھایا۔ آپ نے مجاہدین کی خوراک کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کی۔ کسی سے قرض لیا تو کسی سے خریدا۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں مسلمان شہید ضرور ہوئے مگر کسی بھی مسلمان کی وفات بھوک سے نہیں۔

بدر کے مقام پر جب لشکر اسلام اور کفارِ مکہ آمنے سامنے ہوئے تو جنگ کے قواعد و ضوابط کا اعلان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کیا جبکہ نماز کے اوقات میں اذان کی ذمہ داری بھی آپ پر تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ شروع ہونے سے پہلے تمام مجاہدین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

"آج جنت تلواروں کے سائے میں ہے تم میں سے جو بھی شہادت کا
مرتبہ پائے گا اُسے فرشتے جنت میں لے جائیں گے۔"

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ۱۶ رمضان المبارک ۲ھ کو میں کچھ ضروری ہدایات لینے کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک میں تشریف لے گیا۔ میں نے اُس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سربسجود دیکھا اور وہ سجدہ میں سر رکھے مسلمانوں کی فتح کے لئے اللہ عزوجل کے حضور دعا گو تھے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنگ کے

اصولوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا!

''جنگ اصولوں کی خاطر لڑو نہ کہ نفس کے لئے۔''

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔شام کے وقت جب کفارِ مکہ پسپا ہو گئے اور ہتھیار ڈالنے کی تیاری کر رہے تھے ان میں اُمیہ بن خلف بھی شامل تھا۔اُمیہ کے ہاتھ میں تلوار تھی اور اُس نے جب حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو اُس نے نہایت حقارت کے ساتھ آپ کو غلام کہہ کر پکارا اور ساتھ ہی تلوار کا وار کرنا چاہا۔آپ نے جواباً اُس پر تلوار کا وار کر دیا جس سے وہ اوندھے منہ گر پڑا اور مارا گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

''اے بلال (رضی اللہ عنہ)! اللہ تمہیں خیر و برکت سے نوازے تم نے دشمن خدا کو جہنم واصل کر دیا۔''

غزوۂ بدر میں حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک باپ عبداللہ بن ابی الجراح کو قتل کیا۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے حقیقی ماموں عاص بن ہشام کو جہنم واصل کیا۔

غزوۂ بدر کے بعد جنگی قیدیوں اور مالِ غنیمت کے بارے میں قوانین کا نزول ہوا اور ان قوانین کا نفاذ عمل میں آیا۔اللہ عزوجل نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مالِ غنیمت کے خمس سے نوازا۔اس مالِ غنیمت کا ایک حصہ علائے کلمۃ اللہ اور اقامت دین حق کے لئے وقف تھا۔دوسرا حصہ آپ کے اہل و عیال اور رشتہ داروں کے لئے جو کہ آپ کی کفالت میں تھے اُن کے لئے وقف تھا۔غزوۂ بدر کے اختتام پر حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت تمام صحابہ سے اکٹھا کیا۔حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ مالِ غنیمت میں سے خمس نکال کر باقی مجاہدین میں تقسیم فرما دیتے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خمس مال حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوا کیونکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کے انتظامات آپ کے سپرد تھے۔

✿✿✿

غزوۂ اُحد اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

۳ھ کو کفارِ مکہ نے غزوۂ بدر میں اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے اُحد کے میدان میں اکٹھے ہوئے۔ کفار کا لشکر تین ہزار افراد پر مشتمل تھا اور ہر قسم کے اسلحہ سے لیس تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین کا لشکر ترتیب دیا۔ لشکر اسلام نے شیخین کے مقام پر قیام کیا۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان اور تکبیر کہی۔ اس موقع پر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کے ہمراہ مجاہدین اسلام کے لشکر سے جدا ہو گیا۔ ہفتے کے روز لشکر اسلام شوط نامی بستی کے نزدیک ایک خفیہ راستے سے ہوتے ہوئے احد کے مقام پر پہنچے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وادی قناۃ کے جنوبی کنارے پر ایک ٹیلہ جسے جبل عینین کہا جاتا ہے پر تیراندازوں کا ایک دستہ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تعینات فرمایا۔

کفارِ مکہ کے تین ہزار کے لشکر کے مقابلے میں اسلام کے مجاہدین کی تعداد سات سو تھی۔ معرکہ اُحد شروع ہوا۔ گھمسان کا رن پڑا اور جلد ہی کفار کے پاؤں اکھڑ گئے۔ مسلمانوں نے کفار کا پیچھا کیا۔ جلد ہی میدان کفار سے خالی ہو گیا۔ مسلمانوں نے مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع کیا تو کفارِ مکہ نے دوبارہ حملہ کر دیا جس سے مسلمانوں کا شدید نقصان ہوا۔ اس غزوہ میں سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کو ہندہ کے حبشی غلام وحشی نے شہید کیا۔

معرکہ اُحد میں کفار نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شہید کرنے کی کوشش کی مگر صحابہ کرام نے آپ کے گرد حصار بنا لیا۔ اس دوران حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی انگلیاں کٹ گئیں۔ متعدد صحابہ کرام نے جانثاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جانوں کی پرواہ کئے بغیر

حضور نبی کریم ﷺ کی حفاظت کی۔صحابہ کرام کے اس گروہ میں حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔غزوۂ اُحد میں حضور نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک بھی شہید ہوئے۔ مجاہدین نے اُحد کی گھاٹی پر چڑھ کر پناہ لی۔حضور نبی کریم ﷺ بھی مجاہدین اسلام کے ہمراہ تھے۔اس دوران ابوسفیان نے باآوازِ بلند حضور نبی کریم ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے پکارا مگر حضور نبی کریم ﷺ نے جواب دینے سے گریز کیا۔ابوسفیان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پکارا مگر اُنہوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔اس کے بعد ابوسفیان نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پکارا تو انہوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔اس پر ابوسفیان نے کہا کہ سب قتل ہوگئے اور اگر کوئی زندہ ہوتا تو جواب دیتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب ابوسفیان کی یہ بات سنی تو آپ سے رہا نہ گیا اور آپ نے کہا کہ اے دشمن خدا تو جھوٹ بولتا ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں تیرے قتل کے لئے زندہ رکھا ہے۔اس پر ابوسفیان نے ہبل کی سربلندی کا نعرہ بلند کیا۔حضور نبی کریم ﷺ نے جواباً فرمایا کہ اللہ سب سے بڑا ہے۔اس کے بعد ابوسفیان گھوڑا دوڑاتا ہوا بھاگ گیا۔

غزوۂ اُحد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذیل کی آیت مبارکہ نازل فرمائی!

”مومنین میں سے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے جس بات کا وعدہ کیا تھا اُسے پورا کیا ان میں سے بعض تو وہ ہیں جو اپنی بات پوری کر چکے ہیں اور بعض ابھی مشتاق ہیں۔“

غزوۂ خندق اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

۵ھ میں مسلمانوں اور کفار کے درمیان غزوۂ احزاب جسے غزوۂ خندق بھی کہا جاتا پیش آیا۔ اس غزوہ کو احزاب اس لئے کہا جاتا ہے کہ پہلی مرتبہ کفار کا ایک عظیم الشان لشکر مسلمانوں کے مقابلے کے لئے اکٹھا ہوا اور خندق اس لئے کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں نے کفار کے مقابلے میں اپنے دفاع کے لئے خندق کھودی تا کہ کفار کا راستہ روکا جا سکے۔ کفار کے لشکر کی تعداد دس ہزار تھی جو کہ ابوسفیان کی قیادت میں مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر صحابہ کرام کو خندق کھودنے کا حکم دیا۔ تین ہزار صحابہ نے چھ دن مسلسل کھدائی کے بعد تین میل لمبی، پندرہ فٹ چوڑی اور پندرہ فٹ گہری خندق تیار کر لی۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی دیگر صحابہ کرام کے ساتھ دن رات خندق کی کھدائی میں مصروف رہے۔ خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آ گئی جو کسی بھی صحابہ سے نہ ہلتی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے خود آگے بڑھ کر اس چٹان پر تین ضربیں لگائیں جس سے وہ چٹان ریزہ ریزہ ہو گئی۔ جس وقت حضور نبی کریم ﷺ نے اس چٹان پر ضربیں لگائیں تو پہلی ضرب سے مدینہ منورہ روشن ہو گیا۔ دوسری ضرب سے میدان احد اور اس کی سمت روشن ہو گئی۔ تیسری ضرب پر تمام مشرقی علاقہ روشن ہو گیا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کے خیمہ پر محافظت کے فرائض انجام دے رہے تھے نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ان روشنیوں کی وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ سلمان (رضی اللہ عنہ)! پہلی روشنی میں میں نے یمن کے محل دیکھے دوسری روشنی میں میں

نے شمال کے محلات دیکھے اور تیسری روشنی میں مجھے مدائن میں کسریٰ کا محل نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے یمن، شام اور مشرق کے راستے کھول دیئے ہیں۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے تھے کہ ہم میں سے بیشتر کو کئی کئی وقت کا فاقہ کرنا پڑتا تھا۔ خندق کھودنا سخت مشقت کا کام تھا۔ خود حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فاقے سے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کئی روز بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو اُنہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے حد کمزور دکھائی دیئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے گھر جا کر اپنی بیوی کو سارا ماجرا سنایا اور کہا کہ ہمارے پاس بھیڑ کا ایک بچہ ہے اُس کو ذبح کر کے پکا لیتے ہیں اور جو پیس کر کچھ روٹیاں بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ جب رات ہوگئی تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور اُنہیں کھانے کی دعوت دی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر اپنی ہتھیلی رکھتے ہوئے دعوتِ عام کا اعلان کر دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ پریشان ہو گئے کہ اتنے لوگوں کو کھانا کیسے کھلایا جا سکے گا؟ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس دس صحابہ کی ٹولیاں بنا دیں جو باری باری حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر جاتی رہیں اور پیٹ بھر کر کھانا کھاتی رہیں۔ میں بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آخری ٹولی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچا اور ہم نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا۔

چھ دن کی مسلسل محنت کے بعد خندق مکمل ہوئی جس کے مکمل ہونے کے بعد تمام صحابہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے ساتھ پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا اور مجاہدین کی تیروں اور پتھروں سے لیس چوکیاں بنا دیں۔

کفارِ مکہ کا خیال تھا کہ اُن کا مقابلہ مسلمانوں سے ایک مرتبہ پھر اُحد کے مقام پر ہوگا چنانچہ وہ ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے اُحد کے قریب جمع ہوئے مگر اُن کو یہ دیکھ کر پریشانی ہوئی کہ وہاں تو ایک بھی مسلمان کا نام ونشان نہ تھا۔ فصلِ خریف کٹ جانے کے بعد وہاں جھاڑیوں کے علاوہ کچھ بھی باقی نہ تھا۔ کفارِ مکہ نے مدینہ منورہ کا رُخ کیا لیکن وہ مدینہ کے گرد خندق دیکھ کر حیران رہ گئے۔ جس وقت کفارِ مکہ کا لشکر خندق کے نزدیک پہنچا

مسلمانوں نے اُن پر تیروں اور پتھروں کی بارش شروع کر دی جس سے وہ واپس پلٹ پڑے۔ کفارِ مکہ نے دیکھا کہ یہ خندق نا قابل عبور ہے تو اُنہوں نے خندق کی دوسری سمت پڑاؤ ڈال لیا۔ ایک روز کفارِ مکہ کے چند لوگوں نے خندق میں ایک جگہ تلاش کر لی جہاں سے خندق کی چوڑائی کم تھی۔ چنانچہ کفارِ مکہ کے مشہور جنگجو عمرو بن عبدالود' ضرار بن خطاب' عکرمہ بن ابوجہل' نوفل اور بنومخزوم خندق عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اُن کا راستہ روکا۔ عمر بن عبدالود اور نوفل واصل جہنم ہوئے اور باقی بھاگ کھڑے ہوئے۔

بنو قریظہ جو کہ مدینہ منورہ کے نواح میں ایک یہودی قبیلہ تھا نے مسلمانوں سے عہد کر رکھا تھا کہ وہ مسلمانوں کے کسی دشمن کی کوئی مدد نہ کریں گے اُنہوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی۔ بنونضیر کا سردار حی بن اخطب بنو قریضہ کے سردار کعب بن سعد سے ملا اور اُسے مسلمانوں کے خلاف عہد شکنی پر آمادہ کیا۔ حی ابن اخطب نے کعب بن سعد کو اس بات پر آمادہ کیا کہ قریش کا لشکر بہت بڑا ہے اور وہ مسلمانوں کو پسپا کر دیں گے۔ چنانچہ کعب بن سعد نے کفارِ مکہ کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بنو قریظہ کی عہد شکنی کا علم ہوا تو آپ نے مسلمانوں کو حوصلہ بلند رکھنے کی تلقین کی۔

اس دوران بنو غطفان کے نعیم بن مسعود' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے دشمن میں پھوٹ ڈالنے سے اہم کردار ادا کیا۔ نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ خفیہ طور پر کعب سے ملے اور اُس کے ذہن میں یہ بات ڈالی کہ جنگ کا فیصلہ فریقین میں سے کسی کے بھی حق میں ہو سکتا ہے اور اگر جنگ میں قریش اور بنو غطفان کی فتح ہوتی ہے تو وہ مالِ غنیمت لوٹیں گے لیکن اگر جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور مسلمان فتح یاب ہو گئے تو قریش اور بنو غطفان تمہیں تنہا چھوڑ کر واپس پلٹ جائیں گے پھر تمہارا کیا حشر ہو گا یہ تم جانتے ہو۔

کعب بن سعد نے جب حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو اُن سے مشورہ

طلب کیا۔ حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ تم قریش اور بنوغطفان کے سرداروں سے ضمانت طلب کرو کہ وہ شکست کی صورت میں تمہیں تنہا نہ چھوڑیں گے۔

اس کے بعد نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ خفیہ طور پر ابوسفیان کے پاس پہنچے اور اسے اعتماد میں لے کر کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ بنوقریظہ مسلمانوں سے اپنا معاہدہ توڑنے پر پشیمان ہیں اور انہوں نے اس کی تلافی کے لئے غطفان اور قریش کے اہم لوگ حاصل کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے۔

اس کے بعد نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلے بنوغطفان کے پاس جا کر اُن سے بھی اسی طرح کی بات کی۔ چنانچہ جب اگلے روز ابوسفیان نے بنوقریظہ کو مسلمانوں کے خلاف لڑائی کا پیغام بھیجا تو اُنہوں نے صاف صاف جواب دے دیا کہ کل سبت کا دن ہے اس دن ہمارے مذہب میں جنگ حرام ہے اور وہ آئندہ اس جنگ میں اُس وقت شریک ہوں گے جب قریش اور غطفان اپنے خاص خاص لوگ ان کے حوالے کریں گے۔ ابوسفیان کو حضرت نعیم بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات کا یقین ہو گیا۔ جب اُس نے بنوغطفان سے جنگ کی بات کی تو اُنہوں نے بھی بنوقریظہ کی طرح بات کی جس پر ابوسفیان کے لشکر میں پھوٹ پڑ گئی۔

کفار کے لشکر کو تین دن گزر چکے تھے اور حالات دن بدن مخدوش ہوتے جا رہے تھے۔ ابوسفیان لشکر کو اس بات پر آمادہ کر کے آیا تھا کہ اس مرتبہ اُن کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ مسلمانوں کو اس مرتبہ صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے نوازا اور ایک تیز آندھی بھیجی جس سے کفار کے خیمے اکھڑ گئے اور وہ میدانِ جنگ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ خندق کے پار گئے اور واپس آ کر تمام ماجرا بیان کیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا اور حضرت

سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے نمازِ فجر کے لئے اذان کہی۔ اسی موقع پر سورۂ احزاب کی آیات نازل ہوئیں۔ مسلمانوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نمازِ فجر ادا کی۔ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد مسلمانوں نے اللہ عزوجل کے احسانِ عظیم پر شکر ادا کیا۔

نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد تمام صحابہ اپنے خیموں کی جانب لوٹنا شروع ہو گئے۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد کافی دیر تک کفار کے اُکھڑے ہوئے خیموں کو دیکھتا رہا اور سوچتا رہا کہ اسلحہ اور تعداد کے زعم میں مبتلا یہ کفار جو کہ اللہ کا نام لینے والوں کو مٹانے آئے تھے خود بھاگ گئے۔ اس دوران میری زبان سے **لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم** کا کلمہ جاری ہو گیا جسے میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے اکثر سنا کرتا تھا۔

❖❖❖
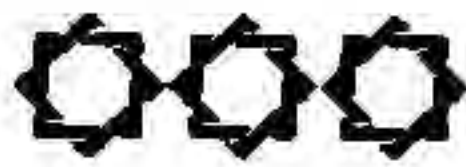
غزوہ بنوقریظہ اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

غزوۂ خندق کے دوران بنوقریظہ نے مسلمانوں سے جو عہد شکنی کی تھی اُس کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطرہ تھا کہ کل کو یہ پھر کسی موقع پر اس طرح دغا کریں تو اُن کے لئے نقصان دہ ہوگا چنانچہ اُنہوں نے بنوقریظہ کا فیصلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوۂ خندق سے واپسی پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ' حضرت سیدہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں پر غسل فرمایا اور نمازِ ظہر ادا کی۔ نمازِ ظہر کی ادائیگی کے بعد خوشبو طلب فرمائی۔ اسی دوران ایک چمکدار سفید عمامے والا شخص اونٹ پر سوار آیا اور آپ سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کو فتح دے آپ نے ہتھیار اُتار دیئے حالانکہ ملائکہ نے ابھی تک ہتھیار نہیں اُتارے۔ جلدی کیجئے اور اپنے ہتھیار پہنئے اور بنوقریظہ کی جانب توجہ فرمائیں۔

چنانچہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو طلب کیا گیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو حکم دیا کہ وہ مجاہدین کو تیاری کا حکم دیں گے۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق مدینہ منورہ میں اعلان کر دیا کہ اے اللہ کے شہسوارو! سوار ہو جاؤ' ہر سننے والے فرمانبردار کو اگلی نماز بنوقریظہ میں ادا کرنی ہے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے اعلان کے بعد مجاہدین اکٹھے ہو گئے اور مغرب اور عشاء کے درمیانی وقت میں بنوقریظہ کی گڑھی پہنچے جہاں بعض صحابہ نے وقت کی رعایت کے پیش نظر نمازِ عصر ادا کی جبکہ بعض صحابہ نے نمازِ عصر بنوقریظہ کی بستی میں جا کر ادا کی۔

بنوقریظہ نے مسلمانوں سے عہد شکنی کی تھی اور غداری کے مرتکب ہونے کے ساتھ

ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق مجاہدین اسلام نے بنوقریظہ کا محاصرہ کرلیا جو کہ قریباً تیس دن تک جاری رہا۔ بالآخر بنوقریظہ نے ہتھیار ڈال دیئے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کی درخواست کی۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے اُن کی کتاب کے مطابق فیصلہ سنایا جس کی روشنی میں بنوقریظہ کے چار سو مرد قتل ہوئے اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنالیا گیا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنوقریظہ کے خلاف فتح یاب ہونے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک مرتبہ پھر نماز کے لئے اذان کا حکم دیا۔ میں اس بات پر بے حد مسرور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک اور فتح کی نوید دینے کے قابل بنایا۔
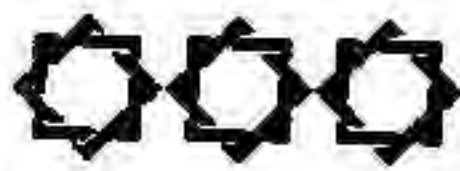
خیبر کی فتح اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

خیبر مدینہ منورہ سے چھیانوے میل کے فاصلے پر واقع ایک سرسبز و شاداب علاقہ تھا۔ ۴ھ میں بنونضیر کے یہودیوں کی شورش اور شرارتوں کی وجہ سے ان کو مدینہ بدر کر دیا گیا تھا۔ یہ لوگ خیبر میں جا کر آباد ہو گئے تھے۔ یہ لوگ خیبر جانے کے بعد بھی مسلمانوں کے خلاف سازشوں سے باز نہ آئے اور کسی نہ کسی بہانے سے مسلمانوں کو تنگ کرتے رہتے تھے۔ غزوۂ احزاب کے موقع پر بنونضیر تے کھلے عام مسلمانوں کی مخالفت کرتے ہوئے کفارِ مکہ کا ساتھ دیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے یہود کی ان بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کو ختم کرنے کا مصمم ارادہ کیا۔ محرم ۷ھ کو آپ بیس ہزار مجاہدین کے لشکر کے ساتھ خیبر کی جانب روانہ ہوئے۔

خیبر بے شمار قلعوں کا مجموعہ تھا۔ مسلمانوں خیبر پہنچے تو اگلے روز صبح کے وقت ہی جنگ کا آغاز ہو گیا۔ مسلمانوں نے یکے بعد دیگرے تمام قلعے فتح کر لئے۔ سوائے قلعہ قموص کے باقی تمام قلعے با آسانی فتح ہوئے۔ قلعہ قموص کا دروازہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے توڑا اور یہودیوں کے مشہور جنگجو پہلوان مرحب کو شکست دے کر جہنم واصل کیا۔ اس غزوہ میں نوے کے قریب یہودی مارے گئے اور بیس مسلمان شہید ہوئے۔

غزوۂ خیبر کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان معاہدہ طے پایا کہ یہود کی تمام املاک کے مالک اور اُن کے مال و مویشی کے مالک مسلمان ہوں گے۔ یہودی اپنے گھروں میں رعایا کی طرح رہیں گے اور اگر انہوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی تو اُن کو جلاوطنی اختیار کرنا ہوگی۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی غزوۂ خیبر میں حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر صحابہ کرام کے شانہ بشانہ شریک ہوئے۔ بنو نضیر سے معاہدے کے مطابق جب حضور نبی کریم ﷺ نے یہودیوں سے اُس مال و دولت کے بارے میں دریافت کیا جو وہ مدینہ سے جلاوطنی کے وقت ساتھ لے کر آئے تو توحی بن اخطب کے داماد کنانہ بن ربیع نے عذر سے کام لینا شروع کر دیا۔ بعدازاں ایک یہودی کی نشاندہی پر وہ مال و دولت ایک جنگل میں مدفون مل گئی۔ کنانہ بن ربیع کو قتل کر دیا گیا اور اُس کے خاندان کی عورتوں اور بچوں کو غلام بنا لیا گیا۔ ان میں کنانہ بن ربیع کی بیوہ صفیہ بھی تھی۔ ان سب کو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ آپ نے صفیہ اور اُن کی ایک کمسن بہن کو حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں خیمہ کی جانب روانہ کیا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ ان کو لے کر خیبر کے مقتولین کے پاس سے گزرے تو صفیہ کی کمسن بہن اس منظر کو دیکھ کر بے تحاشا رو پڑی۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بلا کر اس بارے میں دریافت کیا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ)! کیا تم نے رحم کو اپنے دل سے نکال دیا ہے اور کیا تمہیں اس کمسن بچی پر رحم نہ آیا؟ تم اس کمسن بچی کو مقتولین کی جانب سے کیوں لے کر گئے؟ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں چاہتا تھا کہ صفیہ کو وہ حالت دکھاؤں جو اُس کو شاق تھی۔ یارسول اللہ ﷺ مجھے اس وقت معاف فرما دیں آئندہ ایسے نہ ہوگا۔

خیبر سے واپسی پر وادی القریٰ کے مقام پر حضور نبی کریم ﷺ نے رات کے وقت لشکر اسلام کو قیام کرنے کا حکم دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے دریافت کیا کہ کون ایسا ہے جو رات کے وقت پہرہ دے اور ہمیں صبح کی نماز کے لئے جگا سکے؟ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں رات کو پہرہ دوں گا اور صبح کی نماز کے لئے سب کو بیدار کروں گا۔

چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر صحابہ آرام فرمانے لگے۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

نماز میں مشغول ہو گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ مشرق کی جانب منہ کر کے لاٹھی کے سہارے بیٹھ گئے۔ رات کے آخری پہر میں آپ کی آنکھ لگ گئی اور اس حالت میں سورج نکل آیا۔ جب سورج کی شعاعوں میں تیزی آئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ آپ نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور دریافت کیا کہ تم خود سو گئے اور ہمیں نماز کے لئے بیدار نہیں کیا؟ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ بے ساختہ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس نے آپ کو سلایا اسی نے مجھے سلایا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو آپ نے فرمایا کہ بے شک تم نے سچ کہا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو بیدار کیا اور نمازِ فجر ادا کی گئی۔ نمازِ فجر کی ادائیگی کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!

"جب تم نماز کو بھول جاؤ تو پھر جس وقت یاد آئے اُس وقت اس کو پڑھ لو۔"

❖❖❖

معاہدہ حدیبیہ

غزوۂ خندق کے ایک سال بعد بھی کفارِ مکہ اپنے زخموں کو بھلا نہ پائے تھے۔اس دوران اُنہیں مدینہ منورہ سے اچھی خبریں سننے میں ملتی رہیں کہ مختلف قبائل کے وفود حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جوق در جوق حاضر ہورہے ہیں اور حلقہ بگوش اسلام ہورہے ہیں۔کفارِ مکہ کو اسلام کی یہ بڑھوتری پسند نہ تھی اور وہ ایک مرتبہ پھر موقع کی تلاش میں تھے۔ اس دوران حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو اپنا ایک خواب بیان کیا جس میں وہ احرام باندھے اور سر کا حلق کرائے خانہ کعبہ کی کلید ہاتھ میں لئے خانہ کعبہ میں داخل ہورہے ہیں۔ اس خواب کو بیان کرنے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان فرمایا کہ وہ عمرے کے لئے روانہ ہورہے ہیں۔

چنانچہ ذیقعد کی پہلی تاریخ کو حضور نبی کریم ﷺ نے پندرہ سو صحابہ کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی جانب سفر شروع کیا۔آپ کے ہمراہ قربانی کے لئے ستر اونٹ بھی تھے۔حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن عبیدہ رضی اللہ عنہ نے خیال پیش کیا کہ چونکہ ہم دشمنوں کے علاقے میں جارہے ہیں اس لئے ہمیں مسلح ہوکر جانا چاہئے۔حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ چونکہ ہم عمرے کی نیت سے جارہے ہیں اس لئے کسی بھی قسم کا کوئی اسلحہ ساتھ نہیں لے جائیں گے سوائے تلواروں کے اور وہ بھی میان میں رہیں گی۔

ہجرت کے بعد مسلمان پہلی مرتبہ مکہ مکرمہ جارہے تھے۔حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی اس سفر میں حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر صحابہ کرام کے ہمراہ تھے۔حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اس سفر کی کیفیت بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں میرا بچپن گزرا تھا اور مجھے

جب بھی مکہ مکرمہ میں گزارے دن یاد آتے تھے میری آنکھوں میں آنسو آجاتے۔ مکہ مکرمہ میں گزارے دنوں کی یاد کے بارے میں حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے کچھ اشعار بھی منقول ہیں جن کا مفہوم یہ ہے!

''کاش میں ایک رات اُس میدان میں بسر کرتا جس میں میرے اردگرد اذخر و جلیل اُگی ہوئی ہوتی۔ کیا وہ وقت پھر آئے گا کہ میں کوہِ مجنہ کے چشموں سے سیراب ہوسکوں گا؟ کیا میں اپنی زندگی میں کبھی پھر مکہ مکرمہ کی پہاڑیوں کے بالمقابل کھڑا ہوسکوں گا؟''

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت ہم نے مکہ مکرمہ کا سفر شروع کیا میری نظروں کے سامنے مکہ مکرمہ کے درودیوار کا نقشہ میری نظروں کے سامنے آگیا۔ مجھے خانہ کعبہ اپنی نظروں کے سامنے دکھائی دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے نکلنے کے بعد پہلی منزل پر پڑاؤ کیا اور احرام باندھ کر عمرے کی نیت سے دو نفل ادا کیے۔ صحابہ کرام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں عمرہ کا احرام باندھا اور دو نفل عمرے کی نیت کے ادا کیے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ناجیہ رضی اللہ عنہ کو بلایا جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کے نگران تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اونٹ پر دائیں جانب نشان لگایا اور اسے ہار پہنائے۔ اس کے بعد صحابہ کو بھی تاکید کہ وہ بھی اپنے اونٹوں کو نشان لگائیں۔ تمام تیاری مکمل ہونے کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ کوچ کرنے کا حکم دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام لبیك اللھم لبیك لبیك لا شریك لك لبیك کی تسبیح بلند کرتے ہوئے دوبارہ سفر پر روانہ ہوئے۔ بہار کا موسم تھا اور آب و ہوا معتدل تھی۔

روانگی سے قبل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کو پہلے سے روانہ کر دیا تھا تاکہ وہ قریش کے ردعمل سے آگاہ کرے۔ جوں ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قافلہ غسان کے علاقے میں پہنچا تو قبیلہ خزاعہ کے جس شخص کو آپ نے پیشگی روانہ کیا تھا اُس نے اطلاع

دی کہ قریش والے پریشانی کے عالم میں ہیں کیونکہ کعبہ کے متولی ہونے کی وجہ سے وہ کسی کو کعبہ کے طواف سے منع نہیں کر سکتے تھے اور یہی بات دنیا میں اُن کی فضیلت کا باعث تھی۔ چونکہ اب وہ اسلام کے دشمن تھے اس لئے وہ یہ بھی برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کریں۔ حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام کے طوافِ بیت اللہ کرنے سے قریش کو ان کی رہی سہی ساکھ بھی ختم ہو جانے کا اندیشہ لاحق تھا۔ قریش نے خالد بن ولید کو جو کہ اُس وقت تک مسلمان نہ ہوئے تھے مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے بھیجا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے مخبر کی یہ خبر سنتے ہی حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کسی ایسے شخص کو تلاش کر کے لائیں جو کہ قافلے کو کسی غیر معروف راستے سے لے جائے۔ قافلے میں اُس وقت اسلم نامی ایک شخص شامل تھا جو کہ ملک عرب کے ہر راستے سے واقف تھا۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اسلم کو حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اسلم قافلے کو عام راستے سے ہٹا کر سمندری راستے کی جانب لے گیا اور وہاں سے ایک دشوار گزار راستے کے ذریعے حدیبیہ کے درے تک لے آیا۔ حدیبیہ سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ ایک منزل سے بھی کم تھا۔ صحابہ کرام نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ ہمیں یہ فاصلہ بھی بغیر رُکے طے کر لینا چاہئے لیکن حضور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی حدیبیہ کا درہ ختم ہوتے ہی بیٹھ گئی۔ ہر ایک نے اونٹنی کو اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہ اللہ کے حکم سے بیٹھی ہے اس لئے ہمیں یہاں پر قیام کرنا چاہئے۔ چنانچہ صحابہ کرام نے وہیں پر خیمے گاڑ دیئے۔

خالد بن ولید جو کہ اپنے لشکر کو لے کر مسلمانوں کی تلاش میں تھے اور مدینے سے آنے جانے والے تمام راستوں کو دیکھتے پھر رہے تھے مکہ مکرمہ واپس آتے ہوئے حدیبیہ کے مقام پر مسلمانوں کو موجود دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ انہوں نے مکہ مکرمہ جا کر سرداران قریش کو اطلاع کی کہ اب سوچنے کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

سردارانِ قریش نے خالد بن ولید کی بات سنتے ہی بنوخزاعہ کے ایک سردار بدیل بن ورقا کو حدیبیہ بھیجا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ سے جا کر کہہ دیں کہ جب تک مکے میں ہمارا ایک بھی آدمی زندہ ہے ہم اُن کو مکے کی حدود میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب بدیل بن ورقہ نے سردارانِ قریش کی بات آ کر بتائی تو آپ نے فرمایا کہ تم جا کر سردارانِ قریش سے کہہ دو کہ ہمارا مقصد صرف عمرہ کرنا ہے ہم اللہ کے گھر کا طواف کر کے خاموشی سے واپس مدینہ منورہ چلے جائیں گے۔ ہم کسی لڑائی کے پیش نظر مکہ مکرمہ نہیں آئے لیکن اگر کسی نے ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کی تو ہم جنگ کریں گے اور اگر سردارانِ قریش کو سوچنے کے لئے کچھ وقت درکار ہے تو ہم اس کے لئے تیار ہیں۔

بدیل بن ورقہ نے مکہ مکرمہ واپس جا کر سردارنِ قریش کو حضور نبی کریم ﷺ سے اپنی ملاقات کا احوال بیان کیا اور بتایا کہ مسلمان پُرامن طریقے سے عمرہ کرنے کی نیت سے آئے ہیں۔ سردارانِ قریش بدیل بن ورقہ کے جواب سے مطمئن نہ ہوئے۔ اُنہوں نے عروہ جو کہ بنی ثقیف کا سردار تھا اسے حدیبیہ تمام معلومات حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔

عروہ جس وقت حدیبیہ میں مسلمانوں کے خیموں کے نزدیک پہنچا تو حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت ناجیہ رضی اللہ عنہ سے باتوں میں مصروف تھے اُس کی جانب لپکے اور اُس کے آنے کا مقصد دریافت کیا۔ عروہ نے اپنے آنے کا مقصد بیان کیا تو حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اسے لے کر حضور نبی کریم ﷺ کے خیمے میں لے گئے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی کریم ﷺ کے خادموں میں سے تھے اور حضور نبی کریم ﷺ کے خیمے کے باہر کھڑے تھے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اور عروہ کو اندر لے گئے۔

عروہ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں جا کر گفتگو شروع کی اور بے تکلفی میں باتیں کرتے کرتے اُس نے حضور نبی کریم ﷺ کی داڑھی مبارک کو ہاتھ لگا یا۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اسے روکنا ہی چاہتے تھے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کا چپٹا حصہ اسے مارتے ہوئے اسے اس طرح کی گستاخی سے باز رہنے کو کہا۔ عروہ نے کچھ دیر پھر

بات کرنے کے بعد پھر تکلفاً حضور نبی کریم ﷺ کی داڑھی کی طرف ہاتھ بڑھایا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اس مرتبہ اپنی تلوار کا چپٹا حصہ اسے زور سے مارا اور کہا کہ اپنا ہاتھ دور رکھو ورنہ میں تمہارا ہاتھ کاٹ دوں گا۔

حضور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کے بعد عروہ نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے دوسرے خیموں میں جانے کی فرمائش کی۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اسے دوسرے خیموں میں لے گئے۔ عروہ جب واپس مکہ مکرمہ پہنچا تو اُس نے سردارانِ قریش سے کہا کہ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار بھی دیکھ چکا ہوں لیکن جو احترام میں نے دربارِ محمدی ﷺ میں دیکھا ہے وہ میں نے کہیں نہیں دیکھا۔ اُن کے ماننے والے اُن پر اپنی جان نچھاور کرتے ہیں۔ وہ جب وضو کرتے ہیں تو اُن کے صحابہ اُس وضو کے پانی کے ایک ایک قطرے کے لئے ٹوٹ پڑتے ہیں اور جس کے ہاتھ میں ایک بھی بوند آ جاتی ہے وہ اپنے آپ کو خوش نصیب تصور کرتا ہے اور اپنے لئے باعث خیر و برکت جانتا ہے۔ میرے خیال میں ہمیں محمد (ﷺ) کی تجویز مان لینی چاہئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے عروہ کے جانے کے بعد حضرت خراش رضی اللہ عنہ کو اپنا سفیر بنا کر مکہ مکرمہ روانہ کیا۔ عکرمہ بن ابوجہل نے حضرت خراش رضی اللہ عنہ کی بات سنے بغیر ان کو اونٹ سے باندھ کر گرفتار کر لیا۔ بعد میں جب کچھ لوگوں نے عکرمہ کو سمجھایا تو اُس نے حضرت خراش رضی اللہ عنہ کو رہا کر دیا۔ حضرت خراش رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ میں ایک بے ضرر آدمی ہوں آپ کسی ایسے شخص کو مکہ مکرمہ بھیجیں جس کی مکہ مکرمہ میں کسی بھی قسم کی کوئی جان پہچان ہو۔

حضرت خراش رضی اللہ عنہ کی بات سننے کے بعد پہلے حضور نبی کریم ﷺ نے ارادہ کیا کہ وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ بھیجیں۔ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو کہا گیا تو اُنہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا نام تجویز کیا کیونکہ اُن کے کئی عزیز مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے۔ چنانچہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ روانہ کیا گیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو قریش نے اُنہیں کہا کہ وہ طوافِ کعبہ کرلیں لیکن وہ دیگر لوگوں کو طوافِ کعبہ کی اجازت نہیں دیں گے۔ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تک حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر صحابہ کرام طوافِ کعبہ نہیں کریں گے میں بھی تب تک طوافِ کعبہ نہیں کروں گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس فعل پر خوشی کا اظہار کیا

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو قریش سے بات چیت کرتے ہوئے جب کافی دیر ہوگئی اور وہ واپس حدیبیہ نہ لوٹے تو صحابہ کرام پریشان ہوگئے۔ اسی پریشانی میں یہ افواہ پھیل گئی کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا ہے۔ ہر شخص پریشان ہوگیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر تمام صحابہ کو اکٹھا کرکے اُن سے بیعت لی کہ اگر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہید کردیا گیا ہے تو ہم عثمان (رضی اللہ عنہ) کا انتقام لیئے بغیر واپس نہیں جائیں گے۔ اس بیعت کو بیعت رضوان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بیعت رضوان کرنے والے صحابہ کے بارے میں فرمایا!

"اے پیغمبر! جب مومن درخت کے نیچے تم سے بیعت کررہے تھے تو اللہ ان سے بہت خوش ہوا۔"

تمام صحابہ کرام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کا بدلہ لینے کی بیعت کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بایاں ہاتھ اپنے دائیں ہاتھ پر رکھ کر فرمایا کہ یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کا ہاتھ ہے۔ بیعت ہونے کے بعد تمام صحابہ نے اپنی تلواریں میان سے نکال لیں۔ اس دوران حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خیریت کی اطلاع آئی۔ کچھ دیر بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ واپس تشریف لائے تو اُنہوں نے بتایا کہ قریش کو ہمارے اصل مقصد کا علم ہوگیا ہے وہ اقرار بھی کرتے ہیں کہ انہیں حرمت والے مہینوں میں کسی کو حج وعمرہ سے روکنے کا کوئی اختیار نہیں لیکن اس مرتبہ وہ اجازت دینے سے قاصر ہیں۔

اس دوران قریش نے سہیل بن عمرو کو معاہدہ کی شرائط کے ساتھ بھیجا۔ یہ تمام

شرائط یکطرفہ تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان شرائط کو قبول کر لیا۔ صحابہ کرام کو ان شرائط پر اعتراض ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کو مطمئن کیا کہ یہ شرائط دراصل ہمارے ہی حق میں ہیں۔ ان شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی کہ اگر قریش کا کوئی فرد مسلمان ہو کر محمد (ﷺ) اسے واپس کر دیں گے لیکن اگر کوئی مسلمان مرتد ہو کر قریش کے پاس پہنچ جائے گا تو وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔

جس وقت اس معاہدے پر دونوں فریقوں کے دستخط ہونے لگے اُس وقت حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ جو کہ سہیل بن عمرو کے چھوٹے بیٹے تھے اور مسلمان ہو چکے تھے مدد مدد پکارتے ہوئے آئے۔ اُن کے پاؤں میں بھاری بیڑیاں تھیں جس کی وجہ سے اُن کے پاؤں خراب ہو چکے تھے۔ ہر کوئی اُن کی حالت دیکھ کر دم بخود رہ گیا۔ سہیل بن عمرو کے بڑے بیٹے حضرت عبداللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ پہلے ہی حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ اُنہوں نے جب اپنے بھائی کو دیکھا تو بے اختیار اُن کی جانب لپکے اور اُن کو گلے سے لگا لیا۔ سہیل بن عمرو نے جب یہ دیکھا تو اُس نے حضور نبی کریم ﷺ سے کہا کہ ہمارا معاہدہ ہو چکا ہے اس لئے اسے میرے حوالے کر دیا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ چونکہ زبان کر چکے تھے اس لئے آپ نے حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو سہیل بن عمرو کے حوالے کر دیا اور ساتھ ہی حضرت ابو جندل رضی اللہ عنہ کو صبر کی تلقین کی۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت معاہدہ حدیبیہ طے پا رہا تھا میں اپنے خیمے کے باہر کھڑا کیکر کے اس درخت کو دیکھ رہا تھا جس کے نیچے اب سے تھوڑی دیر پہلے صحابہ کرام نے حضور نبی کریم ﷺ کے دست حق پر بیعت لی تھی اور جسے قرآن نے بیعت رضوان کا نام دیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ مسلمانوں نے کس جذبہ ایمانی سے اپنے ہادی برحق حضرت محمد مصطفی ﷺ کی رضا کے آگے سر تسلیم خم کیا۔ میں سوچ رہا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ نہ میں رہوں گا نہ کیکر کا یہ درخت رہے گا لیکن جو کچھ اس درخت نے یا میں نے دیکھا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں رقم کر دیا ہے اور قرآن مجید رہتی دنیا تک ہر انسان

کے لئے مشعل راہ ہے۔

معاہدہ حدیبیہ کے طے ہونے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ وہ قربانی کے جانور ذبح کریں۔ پھر سب سے پہلے اپنا اونٹ منگوا کر اسے ذبح کیا۔ اس کے بعد سر کا حلق کرایا۔ سر کا حلق کرانے کی دیر تھی تمام صحابہ کرام، حضور نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک کو تبرکاً لینے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ بعدازاں حضور نبی کریم ﷺ نے تمام صحابہ کو واپس مدینہ منورہ جانے کا اشارہ کیا۔

جس وقت حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ واپس روانہ ہو رہے تھے اُس وقت اللہ تعالیٰ نے سورۂ فتح کی آیاتِ مبارکہ نازل فرمائیں جن میں معاہدہ حدیبیہ کو فتح مبین قرار دیا۔ جیسے ہی یہ آیاتِ مبارک نازل ہوئیں حضور نبی کریم ﷺ بے حد مسرور ہوئے اور انہوں نے تمام صحابہ کرام کو یہ آیاتِ مبارک سنائیں۔ چنانچہ آنے والے وقت نے ثابت کر دیا کہ معاہدہ حدیبیہ دراصل مسلمانوں کی فتح تھی اور حضور نبی کریم ﷺ کے فہم و فراست کا ایک اعلیٰ نمونہ تھا۔ معاہدہ حدیبیہ کا واقعہ ۶ ھ میں پیش آیا۔

❖❖❖

فتح مکہ

سردارانِ قریش عکرمہ بن ابوجہل' صفوان بن اُمیہ اور دیگر نے قبیلہ بنوبکر کو مسلمانوں کے حلیف قبیلے بنوخزاعہ کے خلاف اُکسایا۔ بنوبکر نے بنوخزاعہ پر شب خون مارا اور اُن کا قتل عام کروایا۔ بنوخزاعہ کے سردار عمرو بن سالم خذاعی نے دربارِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کی درخواست کی جو آپ نے قبول فرما لی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے سرداروں کے نام ایک رقعہ بھیجا جس میں تحریر تھا کہ بنوخزاعہ کے مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے اور بنوبکر سے کنارہ کشی اختیار کیا جائے یا پھر معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا جائے۔

سردارانِ قریش نے جواباً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ بھیجا کہ اُن کو آخری شرط منظور ہے یعنی وہ معاہدہ حدیبیہ توڑنا چاہتے تھے۔ جلد ہی قریش کو اپنی اس غلطی کا احساس ہوا اور انہوں نے ابوسفیان کو اپنا سفیر بنا کر تجدید عہد کے لئے مدینہ منورہ بھیجا۔ ابوسفیان نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تجدید عہد کی درخواست کی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی بات سن کر خاموشی اختیار کی۔ ابوسفیان نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی حمایت کرنے کے لئے کہا تو دونوں حضرات نے انکار کر دیا۔ بالآخر ابوسفیان حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مشورہ پر ابوسفیان نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جا کر خود ہی تجدید عہد کا اعلان کیا اور واپس مکہ لوٹ گیا۔

۱۲ رمضان المبارک ۸ ھ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار مجاہدین کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ یہ مجاہدین ہر طرح کے اسلحہ سے پوری طرح لیس تھے۔ راستے

میں دوہزار مجاہدین مزید شامل ہو گئے۔اس طرح لشکر اسلام کی تعداد بارہ ہزار تک پہنچ گئی۔ قریہ بہ قریہ سفر کرتا ہوا مجاہدین کا یہ قافلہ مَرُّ الظُّہران پہنچا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ مَرُّ الظُّہران سے مکہ مکرمہ کا فاصلہ ایک منزل یعنی چند گھنٹوں کی مسافت پر تھا۔اس مقام سے نجد کے جنوبی حصے میں پہاڑیوں پر آباد لات کے پجاریوں کا یہ قبیلہ اسلام دشمنی میں قریش مکہ سے بھی بڑھ کر تھا۔اسی جگہ سے ایک راستہ طائف کی جانب جاتا تھا جو لات کے مندر کے محافظوں کا نہایت سرسبز و شاداب شہر تھا مگر لشکر اسلام کی منزل اس وقت اور تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی کسی کو کچھ نہ بتایا تھا۔ ہر کوئی اس حیرانی میں گم تھا کہ جانے اب کس سمت جانا ہے؟ نمازِ مغرب کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ ہر شخص اپنا اپنا آگ کا آلاؤ روشن کرے۔ کچھ ہی دیر میں ہر سمت آگ ہی آگ نظر آنے لگی۔قریش مکہ کو اس دوران مسلمانوں کی آمد کی کچھ خبر نہ تھی۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فتح مکہ کی بابت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارا قیام مَرُّ الظُّہران کی پہاڑیوں میں ہوا اور نمازِ مغرب کے بعد ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق آگ کے آلاؤ روشن کر لئے۔اس وقت تک کسی بھی شخص کو اس بات کا علم نہ تھا کہ ہماری منزل کون سی ہے؟ عشاء کی نماز کے بعد صحابہ کرام ٹولیوں کی شکل میں بیٹھ گئے اور قیاس آرائیاں کرنے لگے کہ ہو سکتا ہے ہماری منزل مکہ ہو؟ ہو سکتا ہے طائف ہو یا پھر ہواز ہو؟ میرے پاس حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ میرے خیال میں ہم مکہ مکرمہ جا رہے ہیں۔یہیں سے بات شروع ہوئی اور ہر ایک نے اپنا اپنا خیال ظاہر کرنا شروع کر دیا۔اس دوران حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ خاموش بیٹھے سب کی باتیں سنتے رہے۔ کچھ دیر بعد وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ میں ابھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کر کے آتا ہوں۔ یہ کہہ کر وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مبارک کی جانب بڑھ گئے لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے اس سوال کے جواب میں خاموش رہے۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی تو ہم نے

دوبارہ اپنی گفتگو کا سلسلہ شروع کر لیا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ طائف کے بارے میں یہ خبر ہے کہ بنوثقیف نے بنوہوازن کے دیگر خلیف قبیلوں سے مدد مانگ لی ہے بلکہ کئی قبیلوں نے اُن کے دفاع کے لئے اپنے اپنے لوگ طائف بھیجنا شروع کر دیئے ہیں مگر طائف سے فی الفور جنگ کرنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کیونکہ ہمارا اصل جھگڑا تو........

یہ کہہ کر وہ رُک گئے کیونکہ سامنے ابوسفیان کھڑا تھا۔ ہم حیران رہ گئے کہ اتنی رات گئے ابوسفیان ہمارے خیموں کے نزدیک کیا کر رہا ہے۔ جب میں نے غور سے دیکھا تو کچھ فاصلے پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور اُن کے ساتھ حکیم بن حزام جنہوں نے غزوۂ بدر میں لڑائی رکوانے کی بھرپور کوشش کی تھی لیکن ابوجہل نے اُن کی ایک بھی نہ چلنے دی تھی اور بدیل بن ورقہ تھے جنہوں نے حدیبیہ کے واقعہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی تھی کہ کفار کسی بھی صورت آپ کو مکہ مکرمہ میں داخلے کی اجازت دینے کو تیار نہیں ہیں۔ ابوسفیان اطراف میں تمام پہاڑیوں کو دیکھ رہا تھا جہاں آگ کے آلاؤ روشن تھے اور حد نظر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان سے ستارے اُتر آئے ہوں۔ ابوسفیان یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اُس نے کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سلطنت بہت پھیل گئی ہے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے رہا نہ گیا تو میں نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سلطان نہیں ہیں بلکہ وہ رسول اللہ ہیں۔ ابوسفیان نے میرے اس جواب میں کچھ نہ کہا پھر کچھ دیر توقف کے بعد بولا کہ کیا تم بلال (رضی اللہ عنہ) ہو؟ اور پھر بغیر میرے جواب کا انتظار کئے اُس نے دوبارہ پہاڑوں کی طرف نظر کر لی۔ میں فوراً حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ شاید انہوں نے پہلے ہی ابوسفیان کی آمد کی اطلاع دے دی تھی۔ جب میں نے بتایا کہ ابوسفیان' حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ آیا ہے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی طرف سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے۔ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ خیمے کا پردہ اٹھا کر اندر داخل ہوئے اور اُن کے پیچھے ابوسفیان' پھر حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ بھی خیمے میں

داخل ہوئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے تمام حضرات کو چٹائی پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ابوسفیان چٹائی پر بیٹھتے ہی بولا کہ محمد (ﷺ) آپ نے تو پتہ نہیں کہاں کہاں سے لوگ اکٹھے کر لئے ہیں اتنی بڑی فوج اپنے ہی عزیز و اقارب کے خلاف نامناسب.......... ابھی اُس نے اتنا ہی کہا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے ٹوک دیا حالانکہ آپ کبھی کسی کی بات کو نامکمل نہیں رہنے دیتے تھے لیکن اس وقت آپ نے ابوسفیان کو ٹوک دیا اور فرمایا کہ زیادتی آپ لوگوں کی طرف سے ہوئی ہے آپ نے حدیبیہ کا معاہدہ توڑا ہے اور بنوکعب کے خلاف حملے میں آپ نے بنوبکر کا ساتھ دیا اور حدودِ کعبہ کی بھی بے حرمتی کی۔

ابوسفیان نے موضوع بدلنے کی کوشش اور کہا کہ کاش آپ کا رُخ ہوازن کی طرف ہوتا جو کہ آپ کے سب سے بڑے دشمن ہیں اور اُن سے آپ کی رشتہ داری بھی دور کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کو جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد اگر اللہ نے چاہا تو اہل اسلام کو اُن پر بھی اقتدار حاصل ہوگا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے دیگر تینوں حضرات کو اسلام کی دعوت دی۔ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ نے فوراً کلمہ پڑھ لیا۔ ابوسفیان نے صرف لا الہ الا اللہ کہنے پر اکتفا کیا۔ پھر کچھ دیر بعد خود ہی کہنے لگا کہ میرے دل میں اب بھی آپ کی نبوت کے بارے میں شک ہے اس لئے مجھے کچھ وقت چاہئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان کا جواب سنا تو کچھ کہنا چاہا لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں اشارے سے خاموش کر دیا۔ پھر آپ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ ان کو اپنے خیمے میں لے جائیں اور ان کے رات ٹھہرنے کا انتظام کریں۔

علی الصبح حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی تو پہاڑوں کے سناٹے میں اُن کی آواز گونج اٹھی۔ کچھ ہی دیر میں تمام صحابہ کرام اپنے اپنے خیموں میں سے باہر آ گئے اور وضو کر کے نماز کی تیاری کرنے لگے۔ اس وقت سارا لشکر جاگ رہا تھا۔ ابوسفیان بھی اذان کی آواز پر اٹھ کر بیٹھ گیا اور آنکھیں ملتا ہوا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھنے لگا کہ یہ کیا

ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ ابوسفیان نے دریافت کیا کہ نماز دن میں کتنی مرتبہ ادا ہوتی ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دن رات میں پانچ مرتبہ ہم نماز ادا کرتے ہیں۔ ابوسفیان نے کہا یہ تو بہت زیادہ ہے۔ اس کے بعد وہ خیمے سے باہر آ گیا۔ تمام صحابہ کرام' حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد پروانہ وار جمع تھے اور ہر ایک کی کوشش تھی کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ حاصل کر لے۔ پانی کے ایک قطرے کے لئے ہر ایک میں کشمکش جاری تھی۔ جس صحابی کو پانی کا قطرہ میسر آ جاتا وہ اس کو اپنے لئے دونوں جہانوں کی نعمتوں سے بڑھ کر تصور کرتا۔ ابوسفیان نے یہ منظر دیکھا تو وہ دم بخود رہ گیا۔ اُس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ اے ابوالفضل! آج تیرے بھتیجے کی بادشاہت قائم ہو گئی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے ابوسفیان! یہ بادشاہت نہیں ہے بلکہ نبی کا معجزہ ہے۔

اس دوران حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے آ کر کہا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے فخر و شرف کے پیش نظر ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص تمہارے گھر میں داخل ہو گا اس کو امان ہے اور جو مسجد میں پناہ لے گا اس کو بھی امان ہے اور جو شخص بیت اللہ میں داخل ہو گا اس کو بھی امان ہے۔ اس کے بعد حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر ابوسفیان سے مصافحہ کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان سناتے ہوئے کہا کہ اللہ کی طرف سے ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے اور ایمان بندے کی اپنی صفت نہیں بلکہ اللہ عزوجل کا انعام ہے۔ ابوسفیان نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی بات سن کر کہا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تو تو بہت بڑا معلم ہو گیا ہے۔

اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ' ابوسفیان کو لے کر اُس مقام پر آ گئے جہاں سے وہ تمام لشکر اسلام کا مشاہدہ کر سکتا تھا۔ جب ابوسفیان نے لشکر اسلام کو دیکھا تو اُس وقت اسلامی لشکر مَرُّ الظُّھرّان سے کوچ کر رہے تھے۔ ہر جگہ صحابہ سمندر کی موجوں کی طرح متلاطم نظر آ رہے تھے۔ صحابہ کے درمیان حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اور صحابہ کرام' حضور

نبی کریم ﷺ سے اپنی عقیدت کا والہانہ اظہار کر رہے تھے۔ ابوسفیان نے ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ اے ابوالفضل! میں نے آج تک ایسی عقیدت کسی کے لئے نہیں دیکھی؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا کہ ابوسفیان! اب تمہیں کس بات کا انتظار ہے اب بھی وقت ہے تم حضرت محمد ﷺ کی رسالت کا اقرار کرلو۔ ابوسفیان نے کہا کہ تم مجھے اُن کے پاس لے چلو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ' ابوسفیان کو لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جہاں ابوسفیان نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور نبی کریم ﷺ کے رسول ہونے کی گواہی دی اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو لشکر کے آگے روانہ کیا کہ وہ جا کر اہل مکہ کو اطلاع کریں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو اُنہوں نے جا کر قریش کو اسلامی فوج کا تمام نقشہ بیان کیا۔ قریش کے سرداروں نے حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پر ملامت کی۔ اس دوران حضور نبی کریم ﷺ کی افواج مکہ مکرمہ میں شان و شوکت سے داخل ہوئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے لشکر کو چار حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک لشکر کی قیادت خود فرما رہے تھے۔ دوسرے لشکر کی قیادت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ تیسرے لشکر کی قیادت میسرہ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے اور چوتھے لشکر کی قیادت حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے سپرد تھی۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ ' حضور نبی کریم ﷺ کے لشکر میں شامل تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ اس شان سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے کہ سر مبارک سیاہ عمامہ باندھ رکھا تھا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد آپ نے سورۃ فتح اور سورۃ النصر کی تلاوت فرمائی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ' حضور نبی کریم ﷺ کے پیچھے سوار تھے۔ تمام دستے اپنے معینہ راستوں سے باآسانی مکہ مکرمہ میں داخل ہو گئے۔ صرف حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے دستے کا راستہ روکنے کے لئے عکرمہ بن ابوجہل' صفوان بن اُمیہ اور سہیل بن عمرو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آئے جہاں پر لڑائی ہوئی۔ اٹھائیس کافر مارے گئے اور دو مسلمان شہید ہوئے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت ہم مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ سب سے پہلے خانہ کعبہ کو دیکھوں۔ جب میری نظر کعبے پر پڑی تو میری حالت عجیب ہوگئی۔ آنکھوں میں آنسو آ گئے اور لبوں پر شکر کے کلمات آ گئے۔ تمام شہر سنسان تھا۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ ہمارے مکہ مکرمہ میں داخل ہونے سے پہلے اعلان کر چکے تھے کہ جو شخص گھر میں داخل ہوگا اس کو امان ہوگی، جو شخص خانہ کعبہ میں پناہ لے گا اس کو بھی امان ہوگی اور جو شخص ان کے گھر میں داخل ہوگا اس کو بھی امان ہوگی۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ شہر میں کوئی شخص بھی نظر نہ آتا تھا۔ ہمارا لشکر کچھ آگے بڑھا تو ہمارے سامنے حجون اور مفلات کے علاقے آ گئے جہاں میں اکثر اُمیہ بن خلف کے کاموں کے سلسلے میں جایا کرتا تھا اور اگر کچھ دیر ہو جاتی تو وہ مجھے تشدد کا نشانہ بناتا تھا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجون کے محلے میں جنت المعلیٰ کے پاس اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے مزارات ہیں اُن کے نزدیک سرخ رنگ کا ایک خیمہ نصب تھا جو حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لگایا تھا۔ اس کے تھوڑے ہی فاصلے پر خانہ کعبہ تھا۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے غلام تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو آزاد کر دیا تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر خیمے پر پڑی تو انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور خیمہ دکھایا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی قصویٰ خیمے کے پاس جا کر رُک گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی سے نیچے تشریف لائے۔ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا، اُم المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پہلے ہی خیمے میں پہنچ چکی تھیں۔ اس دوران حضرت اُم ہانی رضی اللہ عنہا بھی تشریف لے آئیں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیمے میں داخل ہوئے اور سب سے پہلے غسل فرمایا۔ اس کے بعد میں غسل کا بچا ہوا پانی لے کر خیمے سے باہر آ گیا۔ لوگوں کا ایک ہجوم پانی لینے کے لئے

موجود تھا۔ میں نے لوگوں میں پانی تقسیم کیا۔ اس دوران حضور نبی کریم ﷺ نے آٹھ رکعت شکرانے کے نفل ادا کئے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ خیمے سے باہر تشریف لائے۔ آپ نے روزمرہ کا لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ خانہ کعبہ کی دیوار کے ساتھ ایک چھڑی گاڑی ہوئی تھی۔ آپ نے صفیں درست کرنے کا حکم دیا اور تمام صحابہ نے آپ کی امامت میں دو رکعت نفل نمازِ شکرانہ ادا کی۔ اس کے بعد آپ پھر خیمے میں تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد جب آپ دوبارہ خیمے سے باہر تشریف لائے تو آپ نے فوجی لباس زیب تن کر رکھا تھا اور زرہ بکتر پہن رکھی تھی۔ آپ اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہوئے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ آپ کعبہ کے جنوب مشرقی کونے پر پہنچے اور چھڑی کو حجرِ اسود سے لگا کر استلام کیا۔ آپ کے ساتھ موجود تمام صحابہ نے با آوازِ بلند تکبیر کہی۔ اس کے بعد آپ نے کعبہ کا طواف کیا اور کعبہ کے اطراف میں موجود بتوں کو گرانا شروع کر دیا۔

حضور نبی کریم ﷺ بتوں کو گراتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ کہتے جاتے تھے کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور بے شک باطل کو مٹنا ہی ہے۔ آخر میں آپ نے کعبہ کے اندر موجود تمام بتوں کو گرانے کا حکم دیا۔ اس کے بعد کوہِ صفا پر نصب اساف کے بت اور کوہِ مروہ پر نصب نائلہ کے بتوں کو گرا دیا گیا۔ آپ کے حکم پر گھروں میں رکھے ہوئے بت بھی جلا دیئے گئے۔ خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کرنے کے بعد آپ مقامِ ابراہیم علیہ السلام پر آئے اور قصویٰ سے اُتر کو دو رکعت نفل ادا کئے۔ پھر پیدل جا کر چاہِ زم زم سے پانی پیا۔ اس کے بعد زائرین کو چاہِ زم زم سے پانی پلانے کی ذمہ داری بنو ہاشم کے سپرد کر دی۔

مدارج النبوت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے خانہ کعبہ کے کلید بردار عثمان کو طلب کیا اور اس سے خانہ کعبہ کی چابی طلب کی۔ عثمان نے بتایا کہ چابی اس کی ماں سلامہ بنت سعد کے پاس ہے۔ اس کے بعد جب عثمان نے اپنی والدہ سے چابی طلب کی تو اس نے انکار کر دیا۔ اس پر عثمان نے ماں کو تلوار نکالنے کی دھمکی دی جس پر سلامہ بنت سعد نے چابی عثمان کو دے دی۔ عثمان نے چابی

لا کر حضور نبی کریم ﷺ کو دے دی اور حضور نبی کریم ﷺ نے خود کعبہ شریف کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ' حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دو رکعت نماز ادا کی اور کعبہ کا دروازہ پکڑ کر اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی۔ اللہ عزوجل کی نعمتوں کا شکر ادا کیا اور اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے قریش والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے قریش والو! اس وقت تمہیں مجھ سے کس چیز کی توقع ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک روا رکھوں گا؟ قریش والوں نے جواب میں کہا کہ ہم آپ کے بھائی ہیں اور آپ سے اچھائی کی امید رکھتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا کہ آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں جاؤ آج سے تم آزاد ہو۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عثمان کو بلوایا اور بیت اللہ کی چابیاں دوبارہ اس کے سپرد کر دیں اور فرمایا کہ عثمان! تمہیں یاد ہے کہ ایک دن میں نے تم سے کہا تھا کہ بیت اللہ کھول دو تو تم نے سختی سے انکار کر دیا تھا اور میں نے تم سے کہا تھا کہ عثمان! وہ دن جلد آئے گا جب بیت اللہ کی چابی میرے پاس ہو گی اور پھر میں جسے چاہوں گا اسے عنایت کروں گا اور تم نے کہا تھا کہ شاید اس دن تمام قریش مر چکے ہوں گے اور میں نے تم سے کہا تھا کہ وہ دن قریش کی عزت کا دن ہو گا۔ آج وہ دن آن پہنچا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ کی چابی عثمان کو دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ چابیاں اب رہتی دنیا تک تمہارے خاندان کے پاس رہیں گی۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی معراج

حضور نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ پر عام معافی کا اعلان کرنے کے بعد حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اُنہیں بیت اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر اذان دینے کا حکم دیا۔ اس سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ نے اس وقت حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مسجد نبوی ﷺ میں اذان دینے کا حکم دیا تھا جس وقت مسجد نبوی ﷺ مکمل ہوئی تھی اور فرمایا تھا کہ آج میری مسجد کی تکمیل ہوگئی۔ اب آج جب خانہ کعبہ کی چھت پر اذان دینے کا حکم دیا تو اس کا مقصد یہ تھا کہ کل بنی نوع انسان کو تطہیر کعبہ کا اعلان کر دیں گے۔ بیت اللہ شریف کی چھت پر اذان دینا حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی معراج تھی۔ آپ کی یہ اذان اسلامی انقلاب کی کامیابی کا اعلان تھی۔ یہ اُس فتح کا اعلان تھی جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حدیبیہ کے مقام پر سورۂ فتح میں کیا تھا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ جس وقت اذان دیتے ہوئے اشھدان محمد رسول اللہ کے الفاظ ادا کر رہے تھے تو اُس وقت لوگوں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا سر تشکر سے جھکا ہوا تھا۔ اس وقت حضور نبی کریم ﷺ کے گرد بیت اللہ شریف کے فرش پر صحابہ کرام کا ایک جم غفیر تھا۔ اس جم غفیر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر اکابرین شامل تھے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اپنی اس کیفیت کو یوں بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت مجھے حضور نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ شریف کی چھت پر اذان دینے کا حکم دیا اس وقت میں

اپنے آپ پر فخر کر رہا تھا کہ مجھے جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بنائے ہوئے اس مرکز توحید کی بلندیوں پر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی دینے والا تھا۔ اذان دینے کے بعد جب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لایا تو اُنہوں نے مجھ سے فرمایا کہ بلال (رضی اللہ عنہ)! جب تم نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلی مرتبہ اذان دی تھی اس وقت میری مسجد مکمل ہوگئی تھی اور آج جب تم نے بیت اللہ شریف کی چھت پر اذان دی ہے تو یہ تمہاری معراج ہے کیونکہ تم نے کل بنی نوع انسان کے لئے تطہیر کعبہ کا اعلان کیا ہے۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں بابِ ملتزم کے ساتھ چھت پر لٹکے ہوئے رسوں کے سہارے کعبہ کی دیوار پر چڑھنے لگا اور جب میں چھت پر پہنچا تو میں تھک چکا تھا کیونکہ اب مجھ میں جوانی جیسا زور نہیں تھا۔ میں پچاس سال کا ہونے والا تھا۔ کچھ دیر بعد جب میں سنبھلا تو میں اذان دینے کے لئے کھڑا ہوا۔ بیت اللہ شریف اس وقت بتوں سے پاک ہو چکا تھا۔ نیچے لوگوں کا ایک جم غفیر موجود تھا۔ آج میں اپنے اوپر فخر کر رہا تھا کہ میں مسلمان ہوں اور دین اسلام نے مجھ جیسے حقیر کو اس بلند و بالا مرتبے پر فائز کر دیا۔ جس وقت میں نے اذان دینی شروع کی تو مجھے یوں معلوم ہوا کہ جیسے ساری کائنات میرے ساتھ توصیف ربانی اور شہادتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دے رہی ہے۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ جن دنوں دمشق میں قیام پذیر تھے اُس وقت آپ نے فتح مکہ کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے بارے میں بتایا کہ مجھے اب تک حیرت ہوتی ہے کہ کیا شہر ایسے بھی فتح ہوتے ہیں۔ فتح مکہ تو جیسے ایک خواب تھا۔ مجھے آج بھی بیت اللہ شریف کی چھت پر دی گئی اپنی اذان یاد ہے۔

۞۞۞

غزوۂ تبوک اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

فتح مکہ کے بعد یہ قیاس آرائیاں ہو رہی تھیں کہ اب حضور نبی کریم ﷺ کو کسی بھی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا لیکن حقیقت اس کے برعکس ہوئی۔ آپ کو ایک سے ایک بڑھ کر آزمائش کا سامنا کرنا پڑا۔ فتح مکہ کے بعد سب سے پہلے حق و باطل کا پہلا معرکہ حنین کے مقام پر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس غزوہ میں فتح یاب فرمایا۔ جب حضور نبی کریم ﷺ غزوۂ حنین سے واپس آئے تو کچھ عرصہ سکون سے گزرا۔ اس دوران مختلف قبائل اور ملکوں سے وفود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے اور آپ کے دست حق پر توبہ کر کے کلمہ توحید پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتے رہے۔

جس وقت حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک ساٹھ برس ہوئی تو آپ کو غزوۂ تبوک جیسی ایک مشکل مہم درپیش آئی۔ دراصل آپ رومی شہنشاہ ہرقل کا یہ طلسم توڑنا چاہتے تھے کہ وہ ایک عظیم الشان ریاست کا بادشاہ ہے اور اُس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ہرقل نے قبائل شام کو اپنے پرچم تلے اکٹھا کیا تا کہ ملک عرب پر حملہ کر سکے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے رومیوں کی متوقع جارحیت کا جواب دینے کے لئے دو تجویزیں پیش کیں جن میں سے پہلی تجویز یہ تھی کہ رومیوں کو صحرائی علاقوں تک آنے دیا جائے اور دوم یہ تھی کہ ان سے قبل ان کے علاقوں پر چڑھائی کر دی جائے۔ بالآخر متفقہ طور پر دوسری تجویز پر اتفاق ہوا۔

حضور نبی کریم ﷺ چالیس ہزار جانثاروں کا لشکر لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اس لشکر میں تیس ہزار اونٹ سوار اور دس ہزار گھڑ سوار شامل تھے اور ہر ایک ہتھیاروں سے لیس تھا۔ آپ نے اپنی غیر حاضری میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں حاکم مقرر فرمایا۔

اسلام کے جان لیواؤں کے لئے شدید گرمی میں صحراؤں کا سفر ایک مشکل آزمائش تھی۔ غروبِ آفتاب کے بعد ہی اُن کے لئے ممکن ہوتا تھا کہ وہ سفر جاری رکھ سکیں۔ گرمیوں کے موسم کی وجہ سے رات مختصر ہوتی تھی اور زمین ابھی پوری طرح ٹھنڈی نہ ہوتی تھی کہ دن چڑھ جاتا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ شدید گرم ہوائیں بھی زندگی کو مشکل کر رہی تھیں۔ پانی کی قلت بھی سفر کے مصائب میں سے ایک بڑی مصیبت تھی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر اپنے صحابہ کا حوصلہ بلند کرتے رہتے۔ ایک ہفتہ کے سفر کے بعد دین اسلام کی ان جانثاروں کا قافلہ تبوک کے مقام پر پہنچا۔

تبوک اپنی زرخیزی اور سرسبزی کی وجہ سے مشہور تھا۔ تبوک میں بے شمار کھجوروں کے درخت تھے۔ باغات اور پانی کی بہتات تھی۔ مسلمان جیسے ہی تبوک میں داخل ہوئے تو انہیں جنت کی یاد آ گئی۔ یہاں پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ رومیوں کے حملے کی خبریں بے بنیاد تھیں۔ لشکر اسلام نے یہاں پر کچھ دن آرام سے گزارے۔ اس دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر گردوپیش کے قبائل پر مرکوز رہی۔ یہود و نصاریٰ کے مختلف وفود آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہتے اور دین اسلام قبول کرتے۔ تبوک کے مقام پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام قریباً اڑھائی ماہ تک رہا۔ بالآخر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ سے درخواست کی کہ بحیرہ قلزم سے لے کر وادیٔ فرات تک تمام قبائل اطاعت کر چکے ہیں اور ہمارا مدینہ سے روانگی کا مقصد رومیوں کے حملوں کو روکنا تھا جو کہ اب باقی نہیں۔ بااس لئے اب ہمیں واپس چلنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تجویز پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کو واپسی کا حکم دیا۔ اس دوران سردی کا موسم شروع ہو چکا تھا۔ چنانچہ واپسی کا سفر بھی آسان ہوا۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی مشہور ہے۔ آپ کا تعلق قبیلہ مزنیہ سے تھا۔ آپ بچپن میں ہی یتیم ہو گئے اور آپ کی کفالت کی ذمہ داری آپ کے چچا پر آئی۔ حضرت عبداللہ اسلام لانے سے پہلے بے حد غریب تھے۔ جب آپ جوان ہوئے تو آپ کے پاس بہت سے اونٹ' بکریاں اور غلام تھے۔ آپ کے دل میں

اسلام کی محبت اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی الفت بے حد تھی۔ جب آپ نے اپنے چچا سے مسلمان ہونے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ کے چچا نے کہا کہ اگر تو اسلام قبول کرے گا تو میں نے جو کچھ تجھے دیا ہے وہ سب کچھ واپس لے لوں گا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے بعد مدینہ منورہ واپس آئے تو آپ نے اسلام قبول کرلیا۔ آپ کے چچا نے آپ سے اپنا سب کچھ واپس لے لیا حتیٰ کہ جو لباس پہن رکھا وہ بھی اتروالیا۔

آپ اپنی ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے کہا کہ میں نے دین اسلام قبول کرلیا ہے اگر آپ مجھے کوئی کپڑا عنایت کردو کہ جس سے میں اپنا ستر ڈھانپ سکوں تو آپ کا احسان ہوگا۔ ماں نے آپ کو ایک چادر دے دی جس کے دو ٹکڑے کر کے آپ نے ایک حصہ کی لنگی اور ایک حصہ کو چادر بنالیا اور اس طرح اپنا ستر ڈھانپا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ذوالبجادین یعنی دو چادروں والے مشہور ہوئے۔ بعدازاں آپ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی بابت دریافت کیا تو فرمایا کہ میں فقیر اور مسافر ہوں اور آپ کا مشتاق ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مقامِ صفہ میں رہائش عطا کی جہاں رہ کر آپ نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نہایت اونچی آواز میں تلاوت کیا کرتے تھے جس سے سب لوگوں کی نماز میں خلل واقع ہوتا تھا۔ جس وقت غزوۂ تبوک کے لئے لشکر تیار ہو رہا تھا تو آپ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میرے لئے دعا فرمایئے کہ میں اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کسی درخت کی چھال لے آؤ۔ آپ کیکر کی چھال لے گئے تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ چھال آپ کے بازو پر باندھی اور دعا فرمائی کہ اے خدا! میں اس کا خون کافروں پر حرام کرتا ہوں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو شہادت کی خواہش رکھتا ہوں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اللہ کی راہ میں جہاد کی نیت سے نکلو اور تم کو بخار چڑھے اور تم اس حالت میں دنیا سے رخصت ہو جاؤ تو تم شہید ہو۔ چنانچہ غزوۂ تبوک کے

دوران تبوک کے مقام پر آپ کو شدید بخار ہوا جس کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رات کا وقت تھا جب ہم عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دفن کرنے کے لئے قبر کھود رہے تھے۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ ہاتھ میں چراغ لئے کھڑے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قبر میں تشریف فرما تھے جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں قبر میں اتارنے والے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے تھے کہ اپنے بھائی کو عزت سے لاؤ۔ اس کے بعد عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قبر میں اُتارا گیا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لحد کو کچی اینٹوں سے بند کر دیا اور دعا فرمائی کہ اے خدا! یہ آدمی شب و روز میری خدمت میں مصروف رہا۔ میں اس سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی ہو جا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا کہ کاش اس قبر میں اترنے والا شخص میں ہوتا۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''مدارج النبوت'' میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کرتے ہیں کہ جس وقت لشکر اسلام تبوک سے واپسی کے لئے روانہ ہونے لگا تو ہمارے پاس جانوروں کی کمی ہوگئی۔ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر جانوروں کی کمی کے بارے میں بتایا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور میں واپس چلا آیا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ مجھے بلانے آیا اور جب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے مجھے چھ اونٹ عنایت فرمائے کہ خود رکھ لو اور اپنے ساتھیوں میں تقسیم کر دو۔

غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک شخص حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ صحابہ کرام کے درمیان تشریف فرما تھے۔ اس شخص نے خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیتے ہوئے اسے بیٹھنے کے لئے کہا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو کہا کہ اس شخص کو کھجوریں پیش کرو۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اس شخص کے آگے مٹھی بھر کھجوریں رکھ دیں۔ اس شخص نے کھجوریں کھانی شروع کیں اور اس قدر کھائیں کہ کھانے کی گنجائش نہ رہی۔ جب اس شخص نے پلیٹ پر نظر دوڑائی تو اس میں کھجوروں کی مقدار میں کچھ کمی واقع نہ ہوئی تھی۔

غزوۂ تبوک سے واپسی پر مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نہایت پُرجوش استقبال کیا گیا۔ لوگوں کا ایک جم غفیر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور لشکر اسلام کے استقبال کے لئے اُمڈ پڑا تھا۔ ہر کوئی آپ کی خیر و عافیت دریافت کر رہا تھا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر سے لے کر غزوۂ تبوک ہر جنگ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ رہے۔ جنگ کے دوران آپ کی ذمہ داری منتظم کی سی تھی۔ آپ کا کام لشکر کو منظّم رکھنا اور اُن کے کھانے پینے کا خیال رکھنا تھا۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اپنی اس ذمہ داری کو بخوبی نبھاتے تھے جس کی تعریف صحابہ کرام اکثر کیا کرتے تھے۔

❖❖❖

خطبہ حجۃ الوداع

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ۱۰ ہجری میں حج کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس وقت مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے تو صحابہ کرام کا ایک عظیم الشان لشکر ہمراہ تھا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کا منظر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ۹ ذی الحجہ بروز جمعہ کو منیٰ کہ مقام پر علی الصبح حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وضو کا انتظام کیا اور میں نے فجر کی اذان دی۔ اس کے بعد ہم نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نمازِ فجر ادا کی۔ جب سورج طلوع ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وادی نمرہ میں خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ سے روانہ ہوئے اور وادی نمرہ میں تشریف لے گئے۔ وادی نمرہ میں کوہ ثبیر کے ایک غار کے دہانے پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیمہ نصب کر دیا گیا جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شام تک قیام فرمایا اور عبادت میں مصروف رہے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے اور وادی عرفات میں جبل الرحمت کی جانب گئے۔ میں نے قصواء کی مہار پکڑ رکھی تھی۔ تمام صحابہ کرام نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی اور سب وادی عرفات میں اکٹھے ہو گئے۔ اس وقت کم و بیش ایک لاکھ سے زیادہ لوگ حج بیت اللہ کی سعادت کے لئے جمع تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر ہر جانب مختلف صحابہ کو تعینات کر دیا گیا جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ آگے پہنچاتے رہیں۔ کچھ دیر بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمد و ثناء کے بعد فرمایا!

''جاہلیت کے تمام دستور میرے قدموں تلے ہیں۔ اے لوگو! بیشک اللہ ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور اگر کسی کو فضیلت حاصل ہے تو وہ اس کے تقویٰ کی وجہ سے ہے۔ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ جو چیز تم اپنے لئے پسند کرتے ہو وہی چیز تم اپنے غلاموں کے لئے بھی پسند کرو۔ جو خود کھاتے ہو وہی اپنے غلاموں کو کھلاؤ اور جو تم خود پہنتے ہو وہی اپنے غلاموں کو پہننے کے لئے دو۔ آج کے دن جاہلیت کے تمام خون معاف کر دیئے گئے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے ربیعہ بن حارث (رضی اللہ عنہ) کا خون معاف کرتا ہوں۔ جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گئے ہیں اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب (رضی اللہ عنہ) کا سود منسوخ کرتا ہوں۔ عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرا کرو۔ تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا خون، تمہارا مال قیامت تک کے لئے اسی طرح حرام ہے جس طرح اس مہینے میں اور اس جگہ آج کا دن حرام ہے۔ میں تمہارے درمیان ایک ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں جس کو اگر تم نے مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ چیز ہے قرآن مجید۔ اللہ نے ہر حق دار کو اُس کا حق دے دیا ہے اس لئے اب کسی کو وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے۔ بچہ اُس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور زنا کرنے والے کے لئے پتھر ہے اور اُس کا حساب اللہ کے ذمہ ہے۔ اُس شخص پر اللہ کی لعنت ہے جو اپنے باپ کے نسب کے سوا کسی دوسرے کے نسب سے ہونے کا دعویٰ کرے گا اور جو غلام اپنے آقا کے سوا کسی دوسرے سے نسبت

کرے گا اُس پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔ عورت کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کے مال میں سے اُس کی اجازت کے بغیر کسی کو کچھ دے۔ قرض جلد سے جلد ادا کیا جائے۔ عاریتاً لی ہوئی چیز کو واپس کیا جائے۔ عطیہ کا بدلہ عطیہ ہے اور ضمانت دینے والا تاوان کا ذمہ دار ہے۔''

اس کے بعد آپ نے تمام حاضرین سے دریافت فرمایا!

''تم سے اللہ کے ہاں جب میری نسبت کے بارے میں پوچھا جائے گا تو تم کیا جواب دو گے؟''

سب نے بیک وقت پکارا!

''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کہیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام ہم تک ٹھیک ٹھیک پہنچا دیا۔''

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت کی انگلی آسمان کی جانب بلند کی اور تین مرتبہ فرمایا!

''اے اللہ! تو گواہ رہنا کہ میں نے تیرا پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔''

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان دینے کا حکم دیا اور چند ہی لمحوں بعد میری آواز سے ساری وادی گونج اٹھی۔ آج حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ و سفید کا فرق ختم کر دیا تھا۔ ہم سب نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت میں نماز ظہر اور عصر ادا کی۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار ہوئے اور خیمے کے قریب پہنچے۔ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خیمے میں داخل ہوئے اس وقت آخری وحی نازل ہوئی جو کہ دین اسلام کی تکمیل کا اعلان تھی۔

۞۞۞

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

موت برحق ہوتی ہے اور ہر ذی النفس نے اس کا مزہ چکھنا ہے۔ صلحاء ہوں یا انبیاء کرام یا پھر عام آدمی ہر ایک کو موت آنا ہے۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب آخری وحی نازل ہوئی کہ ''ہم نے آج اپنا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمتیں تمام کر دیں اور تمہارے لئے دین اسلام کو بطورِ دین پسند فرمایا ہے'' تو یہ اُس بات کی بشارت تھی کہ نبوت کا فریضہ جس مقصد کے لئے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کیا گیا تھا وہ تمام ہو گیا۔ حکم الٰہی آچکا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے۔

جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت نزدیک آیا تو آپ اُحد پہاڑ پر تشریف لے گئے اور غزوۂ اُحد کے شہداء پر فاتحہ پڑھی اور اُن کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ اس کے بعد صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

''لوگو! میں تم سے آگے جانا والا ہوں اور تمہاری گواہی دینے والا ہوں۔ حوض کوثر اس وقت میری نگاہوں کے سامنے ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام خزانوں کی چابیاں عنایت فرمائی ہیں۔ مجھے اس بات کا کوئی خوف نہیں کہ تم میرے بعد پھر بھٹک جاؤ گے اور شرک کرنے لگے گو لیکن اس بات کا ڈر ضرور ہے کہ تم دنیاوی زندگی میں پڑ جاؤ گے اور ایک دوسرے کا ناحق خون بہانے لگ جاؤ گے۔''

اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس چلے آئے اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنے وصال کی خبر چندروز پہلے ہی دے دی۔ جب فراق کے دن قریب آئے تو ہم اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک کے گرد جمع ہو گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر پر موجود تھے۔ جس وقت ہماری نظر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک پر پڑی تو اُس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبا رہی تھیں۔ آپ نے ہمیں دیکھتے ہی فرمایا!

''تم لوگوں کو اللہ زندہ رکھے' اللہ تمہاری حفاظت فرمائے' اللہ تم کو پناہ دے' اللہ تمہاری مدد کرے' اللہ تمہیں بلندی دے' اللہ تمہیں ہدایت دے' اللہ تمہارے رزق میں اضافہ فرمائے' میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں تمہیں اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ قیامت نزدیک ہے اور سب نے اللہ کی طرف ہی واپس جانا ہے۔''

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وصال سے کچھ عرصہ قبل حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ حجرہ مبارک میں موجود تھے۔ رات کے پچھلے پہر جب میری آنکھ کھلی تو میں نے آپ کو بستر پر موجود نہ پایا۔ میں آپ کو تلاش کرنے کے لئے باہر نکلی اور بالآخر میں نے آپ کو جنت البقیع میں موجود پایا۔ جنت البقیع سے واپسی پر آپ کے سر مبارک میں درد شروع ہوا۔ ۲۹ صفر المظفر کو آپ نے ایک صحابی کے جنازے میں شرکت کی۔ جب آپ جنازے سے واپس آئے تو آپ کو شدید بخار ہو چکا تھا۔ اس دوران آپ میرے ہی حجرہ میں قیام پذیر رہے یہاں تک کہ آپ کا وصال ہوا۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصال سے کچھ دن پہلے فرمایا کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! میرے سر میں درد ہے۔ میں نے

آپ کو کمبل اوڑھا دیا۔ اس کے بعد آپ نے تمام ازواجِ مطہرات کو میرے حجرے میں بلایا اور فرمایا کہ میری ایسی حالت نہیں کہ میں سب کے پاس جا سکوں اس لئے تم سب اجازت دے دو کہ میں عائشہ (رضی اللہ عنہا) کے حجرے میں رہوں۔ سب ازواجِ مطہرات نے اجازت دے دی۔ چنانچہ میں آپ کی تیمارداری کرتی رہی یہاں تک کے آپ کا وصال ہوا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کے مرض کی شدت میں اضافہ ہوگیا اور اُن کی طبیعت میں بے قراری پیدا ہوئی تو میں نے آپ سے اس شدتِ مرض کی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا؟ آپ نے فرمایا کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! میرا مرض نہایت سخت ہے اور اللہ تعالیٰ انبیاء و صلحاء پر سخت مصیبت نازل فرماتا ہے اور کوئی بھی مومن ایسا نہیں ہے جس پر اللہ عزوجل کی طرف سے مصیبت نہ آئے حتیٰ کہ اُس کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے تو اللہ عزوجل اُس کانٹے کے چبھنے کے بدلے میں اُس کا ایک درجہ بلند فرما دیتا ہے اور اُس کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا جس کے مرض کی شدت حضور نبی کریم ﷺ کے مرض کی شدت سے زیادہ ہو۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ، حضور نبی کریم ﷺ کے مرض کی اس شدت میں ہمہ وقت حاضر خدمت رہے۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو دو دن تک غشی کی کیفیت طاری رہی۔ اس دوران کبھی ہوش آ جاتا اور کبھی مدہوشی طاری ہو جاتی۔ میں اس تمام عرصہ میں اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک کی چوکھٹ پر بیٹھا رہا۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مجھے پانی لانے کا حکم دیتیں اور میں دوڑ کر جاتا اور پانی لے آتا۔ اس دوران میں مدینہ منورہ کے سات مختلف کنوؤں کا پانی لایا کہ شاید افاقہ ہو جائے۔ اس دوران آٹھویں روز حضور نبی کریم ﷺ کی طبیعت میں کچھ بہتری آئی۔ صبح کے وقت آپ حجرۂ مبارک سے باہر آئے۔ میں نے آپ کی پیشانی پر ہاتھ رکھا تو آپ کی پیشانی گرم تھی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ بلال (رضی اللہ عنہ) مسجد کی طرف چلو۔

اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے میرا بازو پکڑ لیا اور میں آپ کو لے کر مسجد کی جانب چل دیا۔ راستے میں چلتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ بلال (رضی اللہ عنہ)! تمہیں یاد ہے کہ تمہاری اور میری ملاقات کب ہوئی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! بائیس برس پہلے آپ کی اور میری ملاقات ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا' نہیں بلال (رضی اللہ عنہ) یہ کل کی بات ہے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بیماری کے دنوں میں آپ کے فرمان کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ایک دن حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ' حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ لوگ آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کے لئے بے قرار ہیں۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میں جا کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے لئے کہوں۔ یہ سن کر اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میرے والد بہت رقیق القلب ہیں اور اُن کی آواز بھی پست ہے اور ویسے بھی قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت اُن پر رقت طاری ہو جاتی ہے اس کے علاوہ عشق نبی ﷺ میں وہ آپ کی جائے نماز پر کھڑے ہو کر نماز نہیں پڑھا سکیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے دوبارہ سے فرمایا کہ جاؤ اور ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو پیغام دے آؤ کہ وہ امامت کریں۔ چنانچہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُنہیں حضور نبی کریم ﷺ کا پیغام سنا دیا۔

نماز کے وقت میں نے اذان کہی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ امامت کے لئے کھڑے ہوئے۔ اس دوران حضور نبی کریم ﷺ' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ کے شانوں پر ہاتھ رکھے ہوئے مسجد میں تشریف لائے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہمراہ کھڑے ہو گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب آپ کو دیکھا تو مصلیٰ سے پیچھے ہٹنے لگے لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کو اشارہ سے نماز پڑھانے کا حکم دیا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز جاری رکھی۔

حضور نبی کریم ﷺ کی بیماری کے دوران حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا آپ ﷺ سے ملنے کے لئے تشریف لائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کو جب اطلاع کی گئی تو آپ خوش کھڑے ہوئے اور حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کو بوسہ دیا اور اپنی نشست پر بٹھایا۔ اس کے بعد آپ نے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے کان میں کچھ کہا تو آپ غمگین ہوگئیں اس کے بعد دوسرے کان میں کچھ کہا تو آپ خوش ہوگئیں۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے پہلے غمگین اور پھر خوش ہونے کا سبب دریافت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایسی کون سی بات کہی تو آپ نے مجھ سے کہا کہ وہ میرے اور بابا جان کے درمیان ایک راز ہے جسے میں اس وقت ظاہر نہیں کر سکتی۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد جب میں نے حضرت سیّدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے وہ بات دریافت کی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ پہلی بار حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے اپنے وصال کی اطلاع دی تھی جس کو سن کر میں غمگین ہوگئی۔ پھر اُنہوں نے مجھ سے فرمایا کہ میرے وصال کے بعد میرے اہل بیت میں سب سے پہلے تم مجھ سے آن ملوگی جس کو سن کر میں خوش ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کسی کی امامت میں نماز نہیں ادا کی سوائے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا کی تھی۔ ہوا یہ تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو وضو کرتے ہوئے کچھ دیر ہوگئی اور نماز کا وقت نکلا جا رہا تھا۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ امامت کروائیں۔ ابھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک ہی رکعت پڑھائی تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ جماعت سے آن ملے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امامت کی جگہ دینی چاہیے تو آپ نے اشارہ سے انہیں نماز

جاری رکھنے کو کہا اور خود اُن کی امامت میں نماز ادا کی۔ جب سب لوگ نماز پڑھ کر فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا!

''تم لوگوں نے اچھا کیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) کے پیچھے نماز پڑھ لی۔ ہر نبی کو کم از کم ایک مرتبہ ضرور اپنے کسی نیک اور متقی اُمتی کی امامت میں نماز ادا کرنا ہوتی ہے۔''

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا کی تو میرے ذہن میں آپ کے الفاظ کی بازگشت سنائی دینے لگی جس سے میرے دل میں عجیب وساوس پیدا ہونے لگے۔ نماز سے فراغت کے بعد آپ شہدائے اُحد کے لئے فاتحہ خوانی کے لئے تشریف لے گئے۔ اس دوران آپ پر بدستور بخار کی کیفیت طاری تھی۔ مجھے محسوس ہوا کہ جیسے وقت رخصت نزدیک آچکا ہے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک میں تشریف لے آئے۔ اس کے بعد جب رات گہری ہوئی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت البقیع جانے کا ارادہ کیا۔ اس دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ساتھ ہو لئے کہ کہیں ضعف کی وجہ سے چلنے میں دشواری نہ ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جنت البقیع پہنچے تو آپ نے فرمایا!

''اے قبر کے رہنے والو تم پر سلام' خوشی مناؤ کہ تم زندہ لوگوں سے بہتر ہو' وہ صبح جو تمہیں جگاتی ہے اُس صبح سے بہتر ہے کہ جو زندہ لوگوں کو جگاتی ہے۔''

جنت البقیع میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحہ خوانی کی اور اس کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ گھر آ کر اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ گھر میں کتنی رقم موجود ہے؟ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ سات درہم موجود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انہیں خیرات کر دو۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنت البقیع سے واپسی کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ مسجد میں تشریف لائے۔ صحابہ کرام آپ کی بیماری کی وجہ سے بے حد پریشان تھے۔ چنانچہ جس وقت آپ کو معلوم ہوا تو آپ مسجد تشریف لائے اور مجھ سے فرمایا کہ اعلان کرو کہ سب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکٹھے ہو جائیں۔ میں نے اعلان کیا اور صحابہ کرام جوق در جوق اکٹھا ہونا شروع ہو گئے۔ جس وقت صحابہ کرام مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اکٹھے ہو گئے تو آپ نے فرمایا!

''میں نے سنا ہے کہ تمہیں میری موت کا خدشہ لاحق ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم موت سے انکار کر رہے ہو۔ تم کس وجہ سے اپنے نبی کی موت کے منکر ہو جبکہ کوئی بھی نبی اپنی اُمت کے ساتھ ہمیشہ نہیں رہا کرتا اور اگر تم سمجھتے ہو کہ میں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہنے والا ہوں تو تم بڑے دھوکے میں ہو۔ ہم سب نے اللہ کے پاس واپس لوٹنا ہے۔ اگر میری وجہ سے کسی کو کوئی دکھ پہنچا ہو تو وہ مجھے معاف کر دے۔ قرآن کریم ہدایت کا سرچشمہ ہے اسے سینے سے لگا کر رکھنا۔''

اس کے بعد آپ دوبارہ واپس جانے کے لئے اٹھے تو صحابہ کرام کا رو رو کر بُرا حال تھا۔ آپ نے چاروں طرف نظر دوڑاتے ہوئے فرمایا!

''میری رخصت کا وقت آن پہنچا ہے لیکن یاد رکھنا کہ تم بھی جلد مجھ سے آن ملو گے۔''

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس روز حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اُس روز اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک کا پردہ اٹھا ہوا تھا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا کر رہے تھے۔ آپ دروازے پر آن کھڑے ہوئے اور آپ کی نظر صحابہ کرام کی جماعت پر تھی۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت پانی کا ایک بھرا ہوا پیالہ آپ کے

نزدیک پڑا تھا۔ آپ اس پیالے میں اپنا ہاتھ ڈالتے اور تر کرنے کے بعد اپنے چہرۂ انور پر اس سے مسح کر لیتے۔ اس دوران آپ نے مسواک طلب فرمائی اور مسواک فرمائی۔ آپ کے رخسارِ انور پر پسینہ آ رہا تھا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا!

''اے اللہ! روزِ محشر مجھے غریبوں کے ساتھ اٹھانا۔''

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بوقت وصال آپ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ جاری تھے۔

''اللھم رب اغفرلی والحقنی بالرفیق الاعلیٰ۔''

جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوئے آپ کی روح قفس عصری سے پرواز کر گئی۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت آپ کا وصال ہوا میں نے رونا شروع کر دیا۔ میری آواز سن کر تمام صحابہ کرام جو کہ حجرہ مبارک سے باہر تشریف فرما تھے اُن کو پتہ چل گیا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس وقت روحِ مطہر جسم سے جدا ہوئی تو اُس وقت خوشبو کی ایک ایسی لہر آئی کہ اس سے اچھی خوشبو میں نے کبھی نہ سونگھی تھی۔ بوقت وصال آپ کا سر مبارک میری گود میں تھا جسے میں نے بعد میں تکیہ پر رکھ دیا اور یمنی چادر اوڑھا دی۔

اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر اپنا ہاتھ رکھا جس سے مجھے معلوم ہوا کہ آپ کا وصال ہو گیا ہے۔ آپ کے سینے سے اٹھنے والی خوشبو کی مہک ایسی تھی کہ وہ خوشبو عرصہ تک میرے ہاتھوں میں رہی اس دوران میں وضو بھی کرتی تھی اور کھانا بھی کھاتی تھی۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اُس وقت تمام صحابہ کرام حجرہ کے باہر ہی موجود تھے۔ ہمارا رو رو کر بُرا حال ہو گیا۔ آپ کے وصال کی خبر سن کر ہر ایک پر سکتہ طاری ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس دوران تلوار

برہنہ لے کر نکل آئے اور کہنے لگے کہ اگر کسی نے یہ کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فوت ہو گئے ہیں تو میں اُس کا سر قلم کر دوں گا۔ صحابہ کرام نے اُنہیں سمجھانے کی بے حد کوشش کی لیکن وہ اپنے موقف پر قائم رہے۔ اس دوران حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ آپ حجرۂ مبارک میں گئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی کا بوسہ لیا اور چادر سے چہرۂ مبارک کو ڈھانپ دیا۔ اس کے بعد آپ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف لائے اور تمام صحابہ کرام کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا!

''اگر کوئی ہم میں سے ایسا ہے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معبود مانتا ہے تو وہ جان لے کہ آج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا وصال ہو گیا ہے اور جو اللہ کو اپنا معبود مانتا ہے تو اُسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے اور اُسے موت نہیں آسکتی۔''

اس کے بعد آپ نے سورۂ آلِ عمران کی ذیل کی آیت مبارکہ تلاوت کی جو کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔

''اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف رسول اللہ ہیں ان سے پہلے بھی کئی انبیاء و رسول تشریف لائے' اگر ان کا (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا) وصال ہو جائے یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم دوبارہ دین سے پھر جاؤ گے اور جو دین سے پھر جائیں گے تو وہ اللہ کا کچھ نقصان نہ کریں گے اور اللہ شکر کرنے والوں کو اجر عظیم سے نوازتا ہے۔''

جیسے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سورۂ آل عمران کی اس آیت کی تلاوت کی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ آپ زار و قطار رونا شروع ہو گئے۔ جس طرح مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے وقت ایک جشن کا سماں تھا اس طرح آج آپ کے وصال کے وقت ہر کوئی غمگین تھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال

ہو گیا تو صحابہ کرام نے فرداً فرداً بغیر امام کے نمازِ جنازہ پڑھی۔ جب تمام مرد نماز پڑھ چکے تو اُن کے بعد عورتوں نے فرداً فرداً نمازِ جنازہ ادا کی۔ عورتوں کے بعد بچوں نے اور بچوں کے بعد غلاموں نے فرداً فرداً نمازِ جنازہ ادا کی۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد قبر پر پانی کے چھڑکاؤ کی سعادت مجھے حاصل ہوئی۔ میں آہستہ آہستہ قبر پر پانی چھڑکا تا جاتا اور یہ سوچتا جاتا تھا کہ آج کیسا آفتاب غروب ہوا ہے اور اس زمین کو کیسی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ یہ زمین کتنی خوش نصیب ہے کہ جس نے آفتاب کو اپنی آغوش میں لیا ہے۔ پھر جب مٹی پانی سے بیٹھ گئی تو میں نے ہاتھ کی تھپکیوں سے اسے ہموار کیا اور سلام کرنے کے بعد رخصت ہوا۔ اس دوران قبر مبارک پر میرے ہاتھوں کے نشانات موجود تھے جو مٹی کو تھپکتے ہوئے چسپاں ہو گئے تھے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال، صحابہ کرام اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی کیفیت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ملی تو آپ نے فرمایا کہ آج کے دن ہم نے اللہ کے کلام اور اُس کی وحی کو گم کر دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام کو اتنا رنج ہوا کہ انہیں کسی چیز کا ہوش نہ رہا۔ بعض صحابہ پر تو جنونی کیفیت طاری ہوگئی۔ رنج وغم کی یہ کیفیت کافی عرصہ تک صحابہ کرام پر چھائی رہی۔ اس دوران حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت کی اور صحابہ کرام بھی جوق در جوق بیعت کرنے لگے۔ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میرے نزدیک سے گزرے اور اُنہوں نے مجھے سلام کیا۔ مجھ پر ابھی تک کیفیت رنج وغم طاری تھی جس کی وجہ سے میں اُن کے سلام کا جواب نہ دے سکا۔ اُنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا کر کہا کہ آج میں عثمان (رضی اللہ عنہ) کے پاس سے گزرا اور اُسے سلام کیا لیکن اُس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو صحابہ کرام کی یہ کیفیت تھی کہ ہر ایک کی خواہش تھی کہ وہ آپ سے پہلے اس جہانِ فانی سے کوچ کرتا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال

کے بعد آپ جب بھی حضور نبی کریم ﷺ کا تذکرہ کرتے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ جو کہ خادمِ رسول تھے اُن کی بھی یہی کیفیت تھی۔ آپ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرۂ مبارک کے سامنے بیٹھے روتے رہتے تھے۔ آپ نے اذان دینا بھی چھوڑ دی تھی۔ جس وقت حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا اُس کے کچھ دیر بعد نماز کا وقت ہوا اور صحابہ کرام نے آپ کو اذان دینے کے لئے کہا تو آپ نے کہا کہ مجھ میں اب اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں اذان دے سکوں۔ آپ کی اس کیفیت کے پیش نظر حضرت محذورہ رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور اس کے بعد وہی مؤذن مسجد نبوی ﷺ مقرر ہوئے۔ آپ سے جب اذان نہ دینے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں اب خود میں یہ ہمت نہیں پاتا کہ جب اذان میں حضور نبی کریم ﷺ کا نام لوں اور انہیں سامنے نہ پاؤں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اصرار کر کے اذان دینے کے لئے کہا مگر آپ صرف اللہ اکبر ہی کہہ سکے اور اس کے بعد پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ جس وقت اشھدان لا الـه الا الـلّٰه محمد رسول اللّٰه کے الفاظ پر پہنچے تو اس قدر رقت طاری ہوئی کہ دوبارہ سے اذان دینا شروع کر دی اور کم و بیش چار مرتبہ اذان شروع کی۔ آپ جب اذان دیتے تھے تو اشھدان لا الـه الا الـلّٰه محمد رسول اللّٰه پر حضور نبی کریم ﷺ کی جانب انگلی سے رسالت کی گواہی دیتے تھے۔ آپ کی موجودہ کیفیت کو دیکھتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے آپ کو اذان دینے سے روک دیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرام اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی محبت

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک دن ایک صحابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے ہر شے سے زیادہ عزیز ہیں حتیٰ کہ میرے والدین اور میری اولاد سے بھی زیادہ۔ میں جب تک آپ کو دیکھ نہ لوں اُس وقت تک مجھے قرار نہیں آتا۔ اکثر اوقات مجھے یہ خیال آتا ہے کہ آپ بعد وصال جنت میں بلند مقام پر ہوں گے حتیٰ کہ تمام انبیاء کرام سے بھی زیادہ بلندی پر لیکن مجھے یہ ڈر لگتا ہے کہ معلوم نہیں میں مرنے کے بعد آپ کو دوبارہ دیکھ سکوں گا یا نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُن صحابی کی بات سن کر خاموش ہو گئے۔ اس دوران سورۃ النساء کی آیاتِ ذیل نازل ہوئیں۔

''اور جو شخص اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانے گا تو ایسا شخص اُن لوگوں میں سے ہو گے جن پر اللہ نے اپنا انعام فرمایا ہے جیسے انبیاء، صدیقین، شہداء اور صلحاء اور یہ لوگ بلاشبہ بہترین ساتھی ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صحابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو دوست رکھتا ہوں یہاں تک کہ آپ کو یاد کرتا ہوں اور جب تک آپ کو دیکھ نہ لوں میرے دل کو قرار نہیں آتا۔ اس پر آپ نے سورۃ النساء کی آیات جو کہ اوپر گزر چکی ہیں اس سے بیان کیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صحابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دریافت کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے قیامت کے لئے کچھ تیاری بھی کر رکھی ہے؟ اُس نے کہا کہ اس کے سوا کچھ تیاری نہیں کہ میں اللہ اور اُس کے رسول کو اپنا دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو جن کو دوست رکھتا ہے قیامت کے دن اُن ہی کے ساتھ ہوگا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کو سن کر میں نے کہا کہ میں آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دوست رکھتا ہوں اور مجھے اُمید ہے کہ میں روزِ محشر اپنی اس محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ایک شخص ایک قوم کو دوست رکھتا ہے اور وہ اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ اُس قوم جیسا عمل کرے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا فرمان ہے؟ آپ نے فرمایا' اے ابوذر (رضی اللہ عنہ)! جو شخص اُس قوم کو دوست رکھتا ہے وہ روزِ محشر اُس قوم کے ساتھ ہوگے۔ میں نے یہ سن کر فرمایا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو اور اللہ کو اپنا دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ تو روزِ محشر اُن کے ساتھ ہوگا جن کو تو دوست رکھتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی حاجت آ گئی۔ اس کی اطلاع حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ہوئی تو آپ گھر سے کام کی تلاش میں نکل پڑے تا کہ کچھ آمدنی ہو جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ چنانچہ آپ روزی کی تلاش میں ایک یہودی کے باغ میں پہنچے اور کنویں سے ایک ڈول پانی نکالنے کے بدلے ایک کھجور کی اُجرت پر پانی کھینچنے لگے یہاں تک کہ سترہ ڈول پانی کے نکالے اور یہودی نے آپ کو سترہ کھجوریں دیں۔ آپ ان کھجوروں کو لے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ کھجوریں پیش کر دیں۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا' اے ابوالحسن (رضی اللہ عنہ)! تم یہ کھجوریں کہاں سے لائے ہو؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

سارا ماجرا گوش گزار کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تمہیں اس کام پر اللہ اور اُس کے رسول کی محبت نے آمادہ کیا ہے؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی جی ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی بندہ ایسا نہیں جو اللہ اور اُس کے رسول کو اپنا دوست رکھے مگر محتاجگی اُس کی طرف اور تیزی سے آتی ہے جیسے بہتا ہوا پانی اور جو شخص اللہ اور اُس کے رسول کو اپنا دوست رکھتا ہے وہ بلاؤں کے لئے جھول تیار کر لے اور اتنی کھجوریں اُس کے لئے کافی ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ جب اسلام لانے لگے تو اُنہوں نے اپنا ہاتھ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی جانب بڑھایا تاکہ بیعت کر سکیں۔ اس موقع پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! کیوں روتے ہو؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میرے والد کی جگہ آپ کے چچا کا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہوتا اور وہ اسلام لاتے اور اللہ عزوجل آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا فرماتا تو مجھے وہ زیادہ محبوب تھا بہ نسبت اپنے والد کے اسلام لانے پر۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو لاٹھی کے سہارے ٹیکتے ہوئے لائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تم نے ان کو کیوں زحمت دی میں خود ان کے پاس چلا جاتا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر دے اور میں اس بات سے زیادہ خوش ہوتا کہ اگر آپ کے چچا اسلام لاتے اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈک پاتیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اے ابوبکر (رضی اللہ عنہ)! تم سچ کہتے ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام تشریف فرما ہوتے اور اس دوران جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی میں اتنی ہمت نہ ہوتی کہ وہ آپ کے چہرۂ مبارک کو

دیکھ سکے۔آپ بھی ان دونوں حضرات کو دیکھتے اور مسکراتے جس سے یہ دونوں حضرات بھی مسکرا پڑتے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ اُحد کے موقع پر جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ مبارک زخمی ہوگیا اور خون بہنے لگا تو میرے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے آپ کے چہرۂ مبارک سے وہ خون چوس لیا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے مالک بن سنان (رضی اللہ عنہ)! میرا خون تیرے خون کے ساتھ مل گیا ہے اب تم پر جہنم کی آگ حرام ہوچکی ہے۔

حضرت امیمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لکڑی کا ایک پیالہ تھا جو آپ اپنی چارپائی کے نیچے رکھتے تھے اور اس میں پیشاب کرتے تھے۔ایک رات آپ اس پیالے کو تلاش کرنے کے لئے اٹھے تو وہ پیالہ نہ ملے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ پیالہ اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ نے پی لیا ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اس نے جہنم سے ایک اوٹ حاصل کرلی ہے۔

حضرت ابولیلٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ ہنس مکھ آدمی تھے۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے صحابہ کرام کو ہنسا رہے تھے۔اس دوران حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے پہلو میں ہلکا سا مارا تو حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ مجھے تکلیف پہنچی ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم بدلہ لے لو۔حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ میں کرتہ پہنے ہوئے نہیں ہوں جبکہ آپ نے کرتہ پہن رکھا ہے۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی یہ بات سن کر اپنا کرتہ اوپر کر دیا۔حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور آپ کے جسم مبارک سے چمٹ گئے اور پہلو کا بوسہ لینا شروع کر دیا۔حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔حضرت اُسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان میں نے تو بدلہ سے اس کام کا ارادہ کیا تھا۔

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز

پاس تشریف لائے۔ ہم اس وقت مسجد نبوی ﷺ میں موجود تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس وقت سر میں درد کی وجہ سے پٹی باندھ رکھی تھی۔ آپ منبر پر جا کر تشریف فرما ہو گئے اور فرمایا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں اس وقت حوض کوثر پر کھڑا ہوا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اللہ کا ایک بندہ ایسا ہے جس پر دنیا اور اس کی زینت کو پیش کیا گیا لیکن اُس نے آخرت کو اختیار کیا۔ اس بات کو بجز حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے کوئی نہ سمجھ سکا۔ یہ فرمان سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ آپ نے حضور نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں ہم تو آپ پر اپنے باپ، اپنی مائیں، اپنی جانیں اور مال قربان کر دیں گے۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو بھی حضور نبی کریم ﷺ سے بے پناہ محبت اور عقیدت حاصل تھی۔ آپ ہمہ وقت حضور نبی کریم ﷺ کے حجرۂ مبارک کے باہر تشریف فرما رہتے کہ کسی بھی وقت حضور نبی کریم ﷺ کسی کام کے لئے پکار سکتے ہیں۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ میں ایک حبشی غلام تھا جسے حضور نبی کریم ﷺ نے اتنے بلند مرتبے پر پہنچا دیا۔ آپ اکثر حضور نبی کریم ﷺ سے اپنی پہلی ملاقات کا تذکرہ بیان کرتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کے متعلق فرمایا تھا کہ بلال (رضی اللہ عنہ)! جب تک دنیا قائم رہے گی یہ بات ہمیشہ یاد رکھی جائے گی کہ دین اسلام کی راہ میں مشکلات اور تکلیفیں برداشت کرنے والے تم پہلے شخص ہو۔ تم وہ ہو جسے اللہ کی خوشنودی حاصل ہے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کا حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ بائیس سال کا رشتہ تھا۔ یہ رشتہ اُخوت اور بھائی چارے کا رشتہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد آپ نے اذان دینا ترک کر دی اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جب بھی میں اذان میں حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کی گواہی دینے لگتا ہوں اور آپ سامنے نظر نہیں آتے تو میرا دل بیٹھ جاتا ہے اور آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اسلام قبول کرنے کے بعد پہلی مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو اُس وقت میرا جسم اذیتیں برداشت کرنے کی وجہ سے میرا ساتھ دینے سے قاصر تھا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سہارا دے کر اپنے ساتھ بٹھایا۔ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد لے چلو اور میں نے آپ کا بازو تھام لیا۔ آپ نے راستے میں مجھ سے فرمایا کہ بلال (رضی اللہ عنہ)! تمہیں یاد ہے ہماری پہلی ملاقات کو کتنا عرصہ گزر چکا ہے؟ میں نے عرض کی کہ بائیس سال۔ آپ نے فرمایا' نہیں بلال (رضی اللہ عنہ) یہ کل کی بات ہے۔ پھر فرمایا کہ بلال (رضی اللہ عنہ)! جب ہم پہلی مرتبہ ملے تھے تو تب بھی اسی طرح چل رہے تھے۔ اُس دن میں نے تمہیں سہارا دیا ہوا تھا۔ یہ بات کرنے کے بعد آپ مسکرا دیئے۔

صحابہ کرام کی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی بے شمار مثالیں اور حدیثیں موجود ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی وضو فرماتے تو آپ کے وضو کا پانی صحابہ کرام تبرکاً اپنے پاس جمع کر لیتے۔ آپ جب بھی تھوکنے کا ارادہ کرتے تو کوئی نہ کوئی صحابی آپ کی تھوک کو اپنے ہاتھ پر لے لیتا اور اپنے لئے نہایت ہی خوش بختی تصور کرتا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال کٹوائے تو صحابہ کرام نے آپ کے بال تبرکاً اپنے پاس جمع کر لئے۔ فتح مکہ کے وقت آپ کے غسل کے پانی کے لئے صحابہ کرام آپس میں جھگڑنے لگے۔ عروہ نے صحابہ کرام کی اس عقیدت کو دیکھ کر کہا تھا کہ میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھ چکا ہوں لیکن خدا کی قسم! میں نے ایسی عزت کسی بادشاہ کی بھی نہیں دیکھی۔ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں موجود ہوتے تو صحابہ کرام اپنی آوازوں و پست کر لیتے کہ کہیں اُن کی آواز آپ سے بلند نہ ہو جائے۔

خلافت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ غمگین رہنے لگے۔ آپ ہمہ وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرتے رہتے اور جب کہیں نظر نہ آتے تو آپ بے اختیار رونا شروع کر دیتے۔ آپ کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے اب دنیا میں تنہا رہ گئے ہیں اور زندگی کا گوہر مقصود ہاتھ سے نکل چکا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام کی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے تمہارے درمیان ایک نور باقی رکھا ہے جس کے ذریعہ سے تم ہدایت حاصل کر سکتے ہو اللہ عزوجل نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دے کر بھیجا اور بلاشبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھی ہیں اور ہم سب مسلمانوں کے کاموں میں سب سے زیادہ مناسب ہیں۔ آؤ آگے بڑھو اور ان کی بیعت کر لو۔ چنانچہ صحابہ کرام جوق در جوق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لئے بڑھنے لگے۔ اس کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف لائے اور اللہ عزوجل کی حمد وثناء کے بعد صحابہ کرام سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ بلاشبہ اللہ عزوجل نے ہم میں اپنی کتاب کو باقی رکھا ہے جس کے ذریعے ہم ہدایت حاصل کر سکیں۔ اللہ پاک نے تمہارے کاموں کے لئے ایک بہتر آدمی کو تم پر مقرر کیا ہے جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک اور یارِ غار ہیں۔

بیعت کرنے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے منبر پر کھڑے ہو کر صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی بے حد حمد و ثناء اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بے حد درود و سلام۔ اے لوگو! میں تمہارے امر کا والی ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں ٹھیک کام کروں تو تم میری مدد کرنا اور اگر میں ٹھیک کام نہ کروں تو مجھ کو درست کرنا۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تمہارے اندر جو کمزور ہیں وہ میرے نزدیک قوی ہیں اور جو قوی ہیں وہ میرے نزدیک کمزور ہیں یہاں تک کہ میں اس سے پورا پورا حق وصول نہ کرلوں۔ جس قوم نے بھی اللہ عزوجل کے راستے میں جہاد کو ترک کیا اللہ عزوجل نے اُسے ذلت کے گڑھوں میں دھکیل دیا۔ جب کسی قوم میں فحش باتیں پھیل جاتی ہیں وہ قوم بلاؤں میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ جب تک میں اللہ اور اُس کے رسول کی اطاعت کرتا رہوں گا تم میری اطاعت کرتے رہنا اور جب میں اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کروں تم میری اطاعت سے انکار کر دینا۔ اللہ ہم سب پر رحم فرمائے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ مومنوں کے لئے سب سے افضل عمل جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ میں اب تا دمِ مرگ جہاد فی سبیل اللہ میں مشغول ہو جاؤں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی بات سن کر فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ)! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اور حرمت اور اپنے حقوق کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میری عمر اب زیادہ ہو چکی ہے اور میرے اعضاء کمزور پڑ چکے ہیں۔ میرے وصال کا وقت بھی قریب ہے اس لئے تم مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔ چنانچہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات مان کر مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔

۞۞۞

خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نامزدگی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں ہی کر دی تھی۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دست حق پر بیعت ہوئے۔آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اپنی اُس خواہش کا اظہار کیا جس کا اظہار آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کیا تھا کہ مجھے جہاد میں شرکت کی اجازت دی جائے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو جہاد میں شرکت کی اجازت دے دی اور آپ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے لشکر کے ہمراہ فلسطین کی مہم پر روانہ ہوئے۔اس دوران آپ چار سال تک معرکہ شام میں بھی مصروف رہے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے شام کو فتح کرنے کے بعد قیساریہ جو کہ بحر روم کے ساحل پر شام کی ایک اہم بندرگاہ تھی اُس کا محاصرہ کیا۔قیساریہ پر ابھی تک رومیوں کا قبضہ تھا اور رومی کسی بھی وقت یہاں سے کوئی شورش برپا کر سکتے تھے۔قیساریہ کی جنگی اہمیت کے پیش نظر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے لشکر کو اس شہر کا محاصرہ کرنے کا حکم دیا۔جب لشکر اسلام نے قیساریہ کا محاصرہ کیا تو قیساریہ کے شہزادے نے اپنا ایک ایلچی حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں روانہ کیا کہ وہ لڑائی نہیں چاہتا اور خون ریزی کو ناپسند کرتا ہے لہٰذا لشکر اسلام اپنا کوئی معزز بھیجیں جو کہ اُن کے ساتھ صلح کی شرائط طے کرے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو اپنا ایلچی مقرر کر کے شہزادہ قیساریہ کے ایلچی کے ہمراہ روانہ کیا۔ شہزادہ قیساریہ کے ایلچی نے جب آپ کو دیکھا تو کہا کہ کیا عربوں کے پاس کوئی معزز آدمی نہیں رہا جو اُنہوں نے ایک حبشی کو سفیر بنا کر بھیج دیا ہے۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگرچہ میں نسلاً حبشی ہوں لیکن مسلمانوں کے نزدیک میری بہت عزت ہے اور مجھے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤذن ہونے کا شرف بھی حاصل ہے اور میں تمہارے شہزادے کے ساتھ گفتگو کرنے سے قاصر نہیں ہوں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی معزولی کا واقعہ بھی حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی سیرت کا ایک اہم پہلو ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اپنی سپہ سالارانہ کارکردگی کی بناء پر ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ آپ نے بے شمار جنگوں میں اپنی شجاعت اور دلیری کا مظاہرہ کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ''سیف اللہ'' کا لقب دیا۔ تاریخ اسلام آپ کے دلیرانہ کارناموں سے بھری ہوئی ہے۔ جہاں پر آپ نہایت ہی دلیر تھے وہاں آپ میں ایک کمی تھی کہ آپ نظم و ضبط کا خیال نہیں رکھتے اور فوجی مہمات کے اخراجات کا حساب کتاب دفتر خلافت میں نہیں بھیجتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کی اس عادت کی خبر تھی لیکن وہ آپ کے کارناموں کو دیکھتے ہی اس غلطی کو نظر انداز کر دیتے تھے اور ساتھ اس کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ اُس وقت آپ کی شجاعت کی دین اسلام کو ضرورت تھی کہ مسلمان اس وقت مختلف مہمات میں کفار کے خلاف لڑ رہے تھے۔

جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو آپ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو تاکید کی کہ وہ فوجی مہمات کا باقاعدہ حساب کتاب دفتر خلافت میں بھیجتا رہیں لیکن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایسا نہ کر سکے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو معزول کر کے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کے ماتحت کر دیا۔ ایک دن حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے دس ہزار دینار کی رقم ایک شاعر کو دے دی ہے۔ آپ نے حضرت ابوعبید بن الجراح رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت خالد بن ولید

رضی اللہ عنہ کو گرفتار کریں اور اُن سے دریافت کریں کہ اُنہوں نے اتنی بڑی رقم کا اصراف کیوں کیا ہے؟ اگر اُنہوں نے یہ رقم بیت المال میں سے دی ہے تو یہ خیانت ہے اور اگر اپنی جیب سے دی ہے تو یہ اصراف میں شامل ہے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو بلایا اور اُن سے مجمع عام میں یہ سوال کیا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ اس دوران حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا عمامہ کھول کر اُس سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی مشکیں کس لیں اور ٹوپی اُتار کر بولے کہ بتاؤ تم نے وہ رقم اپنی جیب سے خرچ کی ہے یا کہ بیت المال سے خرچ کی ہے؟ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بولے کہ میں نے یہ رقم اپنے مال سے خرچ کی ہے۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عمامہ کھول کر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سر پر باندھ دیا اور فرمایا کہ خالد (رضی اللہ عنہ)! بُرا نہ ماننا ہمیں اپنے حاکموں کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اس واقعہ کے بعد حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے معذرت کی کہ جب تم امیر المؤمنین کی جانب سے نامزد کردہ حاکم کے سوال کا جواب نہ دے رہے تھے تو مجھے امیر کی اطاعت میں ایسا کرنا پڑا اور میں نے ایسا کسی ناراضگی کے تحت نہیں کیا بلکہ لوگوں کو بھی اطاعت امیر اور فرمانبرداری کا سبق سکھانا تھا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ معرکہ شام اور فلسطین میں نبرد آزما رہے اور مسلمانوں کی فتح میں بھرپور کردار ادا کیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں لشکر اسلام کے سپہ سالار تھے۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے جن کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی پیشگی بشارت دی تھی۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو شام اور فلسطین کا حاکم مقرر کیا۔

حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں قریش کے کچھ سردار جن میں حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے گئے۔

جس وقت وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے پہنچے اُس وقت حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لئے تشریف لے آئے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کو بیٹھنے کے لئے کہا۔قریش کے سرداروں کو یہ بات بُری لگی کہ ہمیں ابھی تک بیٹھنے کے لئے نہیں کہا اوران دونوں غلاموں کی اتنی عزت کی جارہی ہے۔ابوسفیان کہنے لگے کہ میں نے آج تک اس طرح کا معاملہ نہیں دیکھا کہ غلاموں کی اس قدر عزت اور ہماری طرف کوئی توجہ ہی نہیں۔

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے جب یہ بات سنی تو اپنے دیگر ساتھیوں سے کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے چہروں پر ناگواری کی کیفیت ہے حالانکہ تم نے اپنی جانوں پر خود ظلم کیا ہے۔تم نے دعوتِ حق کو قبول کرنے میں تاخیر سے کام لیا جب کہ ان غلاموں نے دعوتِ حق کو جلد قبول کیا جس کی وجہ سے انہیں ہم پر فضیلت حاصل ہوئی۔اگر تم بھی فضیلت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کی قسم! اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ تم جہاد فی سبیل اللہ کرو یہاں تک کہ تمہیں شہادت کا مرتبہ حاصل ہو جائے۔

بیت المقدس میں اذان

بیت المقدس کی فتح کے بعد حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بیت المقدس آنے کی دعوت دی۔ آپ جس وقت بیت المقدس پہنچے تو مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا!

''اے ہمارے سردار بلال (رضی اللہ عنہ)! آج اسلام کے قبلہ اول پر توحید کا پرچم لہرا دیا گیا ہے اس باعظمت موقع پر آپ اذان دیں۔''

مدارج النبوت میں منقول ہے کہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اس فرمائش پر عرض کیا کہ امیر المؤمنین میں عہد کر چکا تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد کبھی اذان نہ دوں گا مگر آپ آج آپ کے ارشاد کی تعمیل میں اذان دوں گا۔ اس کے بعد آپ بیت المقدس کی چھت پر اذان دینے کے لئے چڑھ گئے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت میں بیت المقدس کی چھت پر اذان دینے کے لئے چڑھا تو میری آنکھوں کے سامنے ماضی کے مناظر اُبھر آئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلی ملاقات' مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہلی مرتبہ اذان اور پھر فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ کی چھت پر اذان' یہ سب مناظر میری آنکھوں کے سامنے گھوم رہے تھے۔ پھر جس وقت میری زبان سے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند ہوئی میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور جس وقت میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کی گواہی دی اُس وقت مجھ پر بے پناہ رقت طاری ہو گئی۔ اُس وقت ہزاروں کی تعداد میں صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے

سب کے سب روتے روتے نڈھال ہو گئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اتنا روئے کہ اُن کی ہچکی بندگئی۔ میں نے اُنہیں آخری مرتبہ اس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر روتے دیکھا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا حال بھی نہایت بُرا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا حسین چہرہ جو صرف مسکرانے کے لئے ہی بنا تھا وہ بھی زاروقطار رو رہے تھے۔ یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اس دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ جب میں نے اذان ختم کی تو اس کے بعد کہیں جا کر سب کے دلوں کو قرار آیا۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ انہیں ملک شام میں رہنے کی اجازت دی جائے۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو ملک شام میں رہنے کی اجازت دے دی۔ ملک شام جا کر آپ نے شہر دمشق میں رہائش اختیار کی جہاں پر آپ تادمِ وصال موجود رہے۔ اس دوران آپ کو فتوحات کے دوران جو زمین ملی تھی اُس زمین میں کھیتی باڑی کر کے اپنا گزارہ کرتے رہے۔

۞۞۞

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آخری اذان

مدارج النبوت میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ راقمطراز ہیں کہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کو دمشق میں قیام کے دوران ابھی چھ ماہ کا عرصہ ہی گزرا تھا کہ آپ کو ایک شب خواب میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت باسعادت نصیب ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ)! تم کتنا ظلم کرتے ہو کیا ابھی بھی وہ وقت نہیں آیا کہ تم ہمیں ملنے کے لئے آؤ۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ تو عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تو دل بے قرار ہو گیا۔ آپ دیوانہ وار مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ پہنچتے ہی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی اور اس قدر روئے کہ وہاں سے اٹھنا بھی مشکل ہو گیا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو جب آپ کی آمد کی خبر ہوئی تو دونوں بھائی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پہنچ گئے۔ آپ نے جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کو دیکھا تو اپنے سینے سے لگا لیا۔ حضرت سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے آپ سے اذان کی فرمائش کی کہ کل صبح فجر کی اذان آپ دیں۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ گو کہ وعدہ کر چکے تھے کہ وہ کبھی اذان نہ دیں گے لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان لاڈلوں کو ٹال نہ سکے۔ اگلے روز جب آپ نے فجر کے وقت اذان کے لئے اپنی آواز بلند کی تو سارا مدینہ شہر اُمڈ پڑا۔ ہر کوئی زاروقطار رو رہا تھا۔ لوگوں کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دورِ نبوت واپس لوٹ آیا ہو۔ جس وقت آپ اشھد ان لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر پہنچے

تو آپ نے اپنی شہادت کی انگلی اٹھائی اور روضہ رسول ﷺ کی جانب اشارہ کیا۔ اس دوران ایک کہرام برپا ہو گیا اور خواتین بھی بے تابانہ دوڑتی ہوئی مسجد نبوی ﷺ کی جانب بڑھیں۔ یہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی آخری اذان تھی۔ وہ اذان جس کی ابتداء بھی مسجد نبوی ﷺ سے ہوئی اور جس کی انتہاء بھی آج مسجد نبوی ﷺ میں ہو رہی تھی۔ عاشقانِ رسول کی آنکھیں نم تھیں اور یوں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے حضور نبی کریم ﷺ آج ہی اس جہانِ فانی سے رخصت ہوئے ہوں۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی شادی

اخرج ابن سعد میں حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ اور اُن کے بھائی نے یمن کے ایک گھر والوں سے اپنے نکاح کی بات چیت کی اور کہا کہ میں بلال (رضی اللہ عنہ) ہوں اور یہ میرا بھائی عبداللہ (رضی اللہ عنہ) ہے اور ہم حبشہ کے رہنے والے ہیں۔ہم پہلے گمراہ تھے پھر اللہ عزوجل نے ہمیں ہدایت بخشی اور ہم نے دین اسلام قبول کیا۔ پس اگر تم اپنی لڑکیوں کے نکاح ہمارے ساتھ کو دو تو الحمدللہ۔ چنانچہ اُس یمنی خاندان نے اپنی دونوں لڑکیوں کے نکاح آپ دونوں بھائیوں سے کر دیئے۔

یاد رہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موخات کروائی تھی اور دونوں تب سے ہی اکٹھے رہتے تھے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کیں۔ آپ کی بعض بیویوں کا تعلق عرب کے مشہور ومعروف خاندانوں سے تھا۔ ایک مرتبہ ایک صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم جن کا نام حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھا حاضر خدمت ہوئے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ میری دونوں بیٹیاں جوان ہوگئی ہیں آپ اُن کی شادی کے بارے میں کچھ کیجئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا بلال (رضی اللہ عنہ) کے بارے میں کیا خیال ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش ہوگئے۔ کچھ عرصہ بعد وہ دوبارہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے اپنا مدعا بیان کیا۔ آپ نے پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا نام لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھر خاموش ہوگئے۔ جب تیسری مرتبہ اُنہوں نے اپنا مدعا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ تم بلال (رضی اللہ عنہ) کو کیوں بھول جاتے ہو وہ تو اہل جنت میں سے

ہے اور جنت میں داخل ہوتے وقت میرے اونٹ کی مہار اُس کے ہاتھوں میں ہوگی۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے بنوزہرہ کی ایک عورت سے شادی کی تھی اور اس عورت کا نام ہندہ الخولانیہ تھا اور جس وقت آپ نے ملک شام کی طرف نقل مکانی کی تھی یہ آپ کے ساتھ ہی ملک شام گئی تھیں۔

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت ہالہ بنت عوف رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی بہن تھیں اُن سے ہوا اور آپ کا نکاح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھایا تھا۔

علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے متعدد شادیاں کی تھیں۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے ہجرت مدینہ کے بعد جب اپنا گھر بسانا چاہا تو اس وقت آپ غریب الدیار تھے۔ ظاہری حسن و جمال سے محروم تھے مگر اللہ عزوجل نے آپ کو باطنی حسن عطا کیا تھا۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں خود سے بیگانہ تھے اور اس سے علاوہ آپ کے پاس کوئی مال و متاع نہ تھا۔ جس وقت آپ نے شادی کی خواہش کی تو شرفائے عرب آپ سے اپنی بیٹیوں اور بہنوں کا رشتہ کرنے میں فخر محسوس کرنے لگے۔ ہر کوئی یہ چاہتا تھا کہ یہ اعزاز اُسے حاصل ہو۔

۞۞۞

سیرتِ مبارکہ

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا اثر مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں پر یکساں ہے۔ دین اسلام قبول کرنے کے بعد آپ نے جو بے مثال قربانیاں دیں، جو تکلیفیں، مصیبتیں اور صعوبتیں برداشت کیں اُس کی مثال نہیں ملتی۔ آپ کو موذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ایک ادنیٰ سے غلام سے لے کر ایک اعلیٰ درجے کے صحابی تک آپ کی زندگی اخلاص واخلاق کا بہترین نمونہ ہے۔ خادمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر موذن رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک آپ کی زندگی ہر ایک کے لئے مشعل راہ ہے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ بہترین اخلاق کا نمونہ تھے۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمِ خاص تھے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہنا آپ کی زندگی کا مقصد حیات تھا۔ خادمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی وجہ سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پر ہمہ وقت حاضر رہنا ہی آپ کا خاص عمل تھا اور جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو کسی کام کا حکم دیتے تو اُس کو بجا لانے کے لئے فوراً ہی کوشاں ہو جاتے۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ ہو یا امن ہمہ وقت ساتھ رہے۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ میں عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد زیادہ تھا۔ دوپہر کے وقت آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کہے بغیر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چادر تان لیتے کہ کہیں دھوپ کی شدت سے پریشانی نہ ہو۔ غزوات کے دوران ہمہ وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میدانِ جنگ کا چکر لگاتے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو باقی ساتھیوں تک پہنچاتے تھے۔ جس وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خیمہ میں موجود

ہوتے تو آپ خیمہ کے باہر پہرہ دیتے۔ آپ ہمہ وقت اپنی جان حضور نبی کریم ﷺ پر نچھاور کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ عیدین اور استسقاء کے موقع پر نیزہ لے کر حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ رہتے تھے۔ یہ نیزہ شاہِ حبشہ نجاشی نے حضور نبی کریم ﷺ کو بطورِ تحفہ بھیجا تھا جسے حضور نبی کریم ﷺ نے آپ کو عنایت فرما دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بھی آپ کا یہی دستور رہا اور آپ اُن کے ہمراہ بھی اسی طرح نیزہ لے کر چلا کرتے تھے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے جب دعوتِ حق کو قبول کیا تو آپ کے آقا اُمیہ بن خلف نے آپ پر ظلم وتشدد کے پہاڑ توڑ دیئے مگر آپ کی استقامت میں ذرا بھر بھی فرق نہیں آیا۔ آپ مردانہ واران مصائب کو برداشت کرتے رہے۔ صحابہ کرام جب آپ کے اس عمل کی تعریف کرتے تو آپ شرمندہ ہو جاتے اور کہتے کہ بھائیو! میں تو ایک ایسا شخص ہوں جو کل تک ایک غلام تھا اور دین اسلام نے اسے بلندیوں تک پہنچا دیا۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی فطرت میں تواضع اور خاکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ صحابہ کرام اکثر اوقات اپنی محافل میں آپ کی عادات واطوار کا ذکر کرتے تھے اور آپ کے مراتب اور فضائل کو بیان کر کے اپنے ایمانوں کو تازہ کرتے تھے۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ شب بیدار تھے اور رات کو جاگ کر رکوع وسجود اور وظائف میں مشغول رہتے تھے۔ فکرِ آخرت میں آپ ہمہ وقت مبتلا رہتے تھے۔ آپ کا زہد وتقویٰ بے مثال تھا۔ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی ہندہ الخوالانی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب آپ بستر پر لیٹتے تو اللہ عزوجل سے یوں مناجات کرتے!

''اے میرے اللہ! میرے گناہوں سے پردہ پوشی فرما دے میری بیماری میں مجھے معذور رکھ دے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ فجر کی

نماز کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کو جگانے کے لئے آئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ اے بلال (رضی اللہ عنہ)! مجھے تم اپنا کوئی ایسا عمل بتاؤ جس پر تمہیں سب سے زیادہ اجر و ثواب کی اُمید ہو کیونکہ میں نے جنت میں اپنے سے آگے تمہارے قدموں کی آواز سنی ہے۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! میں ایسا تو کوئی عمل نہیں کرتا البتہ دن رات میں کوئی وضو ایسا نہیں کیا جس کے بعد میں نے نماز نہ پڑھی ہو یعنی تحیۃ الوضو کی دو رکعات باقاعدگی سے ادا کرتا ہوں۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سب سے بہتر عمل کون سا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) کی اطاعت کرو اور اُن پر صدق دل سے ایمان لاؤ، جہاد فی سبیل اللہ کرو اور حج بیت اللہ ادا کرو۔

بخاری شریف میں منقول ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ جب نماز کے بعد دعا مانگتے تو حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سب سے پہلے آمین کہتے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ بلال (رضی اللہ عنہ)! تم آمین کہنے میں مجھ سے سبقت نہ کیا کرو۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بازار سے گزر رہے تھے اور اُن کے آگے آگے حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ چل رہے تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ انہیں یا سیّدی یا سیّدی کہہ کر پکار رہے تھے۔

میں فدا تجھ پہ بلالؓ کہ اذاں تیری کبھی
آسماں گر نہ سنے دن نکلتا ہی نہیں

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ بحیثیت راوی

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ شمع رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پروانے تھے۔ آپ اخلاق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے عکس اور دین اسلام کی عظیم مبلغ تھے۔ آپ منبع اخلاق تھے۔ آپ کی بے شمار صفات اور خوبیوں نے آپ کو اس بلند درجہ پر فائز کیا۔ آپ کی ساری زندگی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے وقف تھی۔

سطورِ بالا میں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ کس طرح حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ نے پڑھنا لکھنا سیکھا۔ چونکہ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ ہمہ وقت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں رہتے تھے اس لئے آپ کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث زبانی یاد تھیں۔ حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ سے احادیث روایت کرنے والوں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہ، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ، حضرت کعب بن عجزۃ رضی اللہ عنہ اور حضرت برا ابن حاذب رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی شامل ہیں۔ ان کے علاوہ بے شمار تابعین نے بھی آپ سے احادیث روایات کیں۔ آپ سے جو احادیث مروی ہیں اُن میں سے زیادہ تر احادیث نماز اور روزہ سے متعلق ہیں۔ آپ حدیث کو روایت کرنے میں حد درجہ احتیاط سے کام لیتے تھے حالانکہ آپ کی زندگی کے بائیس سال حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں گزرے تھے۔

✿✿✿

وصال

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی تاریخ وفات اور عمر کے بارے میں کتب سیر میں مختلف آراء موجود ہیں۔ بعض روایات میں آپ کا سن وصال ۱۸ ہجری درج ہے اور بعض روایات میں آپ کا سن وصال ۲۰ ہجری تحریر ہے۔ کئی روایات میں آپ کی عمر مبارک ۶۳ سال درج ہے اور کئی روایات میں ۷۰ برس موجود ہے۔ ان تمام روایات میں جن روایات پر بیشتر مورخین کا اتفاق ہے اُن کے مطابق آپؓ نے ۱۸ ہجری میں ۶۳ برس کی عمر میں شام کے شہر دمشق میں وصال پایا۔ آپ کا مزار دمشق شہر کے قبرستان باب الصغیر میں مرجع گاہ خلائق خاص وعام ہے۔

کتب سیر میں منقول ہے کہ جب آپ کا وقت وصال قریب آیا تو آپ کی زوجہ محترمہ حضرت ہندہ الخولانیہ رضی اللہ عنہا جو کہ آپ کے پاس موجود تھیں، نے زاروقطار رونا شروع کر دیا اور کہا کہ ہائے یہ کیسا غم ہے؟ آپ نے اپنی زوجہ کی بات سن کر فرمایا کہ یہ غم نہیں بلکہ خوشی کی بات ہے کیونکہ آج میں اپنے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے جاملوں گا۔ اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ.

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کا وصال عہد فاروقی میں ہوا۔ جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو آپ کے وصال کی خبر دی گئی تو آپ زاروقطار رو پڑے اور فرمایا!

"آہ! آج ہمارے سردار بلال (رضی اللہ عنہ) بھی ہمیں داغِ مفارقت دے گئے۔"

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک موجود ہے۔آپ کے مزار کے ساتھ حضرت بی بی سکینہ رضی اللہ عنہا کا مزارِ پاک ہے۔اس کے علاوہ قبرستان باب الصغیر میں بے شمار صحابہ اور صحابیات کے مزارات بھی مرجع گاہ خلائق خاص وعام ہیں۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ عابد، متقی، پرہیزگار اور شب بیدار تھے۔ ہمہ وقت فکر آخرت میں گم رہتے۔ اللہ عزوجل کے حضور دعا گو ہوتے کہ الٰہی! میرے گناہوں کو درگزر فرمادے اور مجھے میری بیماریوں میں معذور سمجھ۔

حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ کے وصال کے ساتھ ہی تاریخ اسلام کا ایک درخشاں باب ختم ہوگیا۔حضرت سیّدنا بلال رضی اللہ عنہ جو کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہمہ وقت استغراقی کیفیت میں گم رہتے تھے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کو بے چین تھے وصال کے ساتھ ہی وہ بے چینی ختم ہوگئی اور مرتے وقت چہرۂ مبارک پر ایسا سکون اور خوشی طاری تھی جو کہ مسافر کو اُس کی منزل مقصود پر پہنچنے پر حاصل ہوتی ہے۔